مکمل ناول

آسیہ رئیس خان

سہوکار

بے موسم ہوئی رم جھم سے بھیگی رات دم سادھے کمرے میں موجود دو نفوس کی آواز سننے کی منتظر تھی۔ اس نم شب سے بہتر کون جانتا تھا کہ موسم کی مہربانیاں ہمیشہ ہی سوغات محسوس ہوں، ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی یہ عنایتیں قیامت بھی ڈھا دیتی ہیں۔

زندگی نے یوں اچانک پٹری بدلی تھی کہ مسافروں کو حیران ہونے کا بھی موقع نہیں دیا تھا۔ سفر کے الٹ پھیر نے انہیں اس جگہ ایک دوسرے کے ساتھ لا کھڑا کیا تھا اور اب کمرے کے در و دیوار بھی بے حس تھے کہ وہ اس کمرے کو منزل مان کر صبر کر لیں گے یا یہ عارضی پڑاؤ ثابت ہوگا۔

دو دن پہلے تک اجنبی وہ دونوں آج ایک شرعی، قانونی اور معتبر تعلق میں بندھے تھے۔ مزنہ مکمل دلہن بنی تھی کہ اس کی تیاریاں پچھلے کئی ہفتوں سے چل رہی تھیں۔ کارڈ پر جس دولہا کا نام لکھا تھا تیاریاں تو اس کی بھی مکمل تھیں مگر حسن نے اس وقت پرانی جینز اور سفید کرتا پہن رکھا تھا۔ اس کا نام کارڈ پر نہیں دلہن کے ہاتھ کی لکیروں میں درج تھا۔

کمرہ، حجلۂ عروسی کے ہر تکلف سے مبرا تھا بلکہ وہاں پلنگ، الماری اور ایک چھوٹی میز کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ سفید صاف ستھری دیواروں میں کھڑکی اور دروازوں کے علاوہ ایک کھونٹی تک نہ تھی۔ ایک نظر میں سارا کمرہ اسے یاد ہو گیا تھا۔ ایک کمرے سے ملحقہ بنے پلنگ پر بچھی سرمئی اور ہلکی زرد دھاریوں والی چادر پر بیٹھ

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

لٹکائے بیٹھی وہ دروازے سے اندر داخل ہوئے حسن کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ ویسے بھی گھر میں ان دونوں اور اس کی بیمار اور معذور امی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ اسے کمرے میں پہنچا کر "دو منٹ میں امی کے پاس سے آیا۔" کہہ کر گیا تھا۔ وہ اس کے پلنگ کے قریب ٹھہر گیا۔ اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ایک دوستانہ تبسم پھیلا تھا۔ ہر قسم کی صورت حال کے لیے خود کو تیار کر چکنے کے باوجود آنے والے پلوں کو سوچ کر تیزی سے دھڑک رہے دل کو اس مسکراہٹ نے ذرا سہارا دیا۔

"تم نے جس طرح شائقہ کے حق میں گواہی دی اس کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔" حسن کا سادگی سے کہا جملہ اس کی امید کے برعکس تھا۔

"اسی قابل تعریف کام کی پاداش میں میں اس کمرے میں ہوں۔" اس نے جس دل میں سوچا کیوں کہ اسے لوگوں کے دل نہ دکھانے کی پرانی بیماری تھی۔

"تم نے بھی ایک باپ ہی نہیں بلکہ پورے گھر کی عزت رکھ کے ایسا ہی کچھ کیا ہے۔"

اس کی بات پر وہ ہلکے سے ہنسا۔ اس ہنسی میں طنز، تلخی، تمسخر یا فخر نہیں تھا۔

"میرا کوئی کام کسی کے لیے قابل تعریف نہیں ہوتا ہے۔" اب بھی اس کا لہجہ سادہ تھا

"میرے لیے تو ہے۔" دوسری متضاد بیماری اسے ذہن میں آئی ہر بات زبان تک لے آنے کی بھی تھی۔ اس اقرار پر دل پذیر حیرت اس کے چہرے پر پھیلی۔

"میں نے نکاح صرف بڑے ابا کے کہنے پر کیا ہے، دوسری کوئی وجہ نہیں۔" وہ واضح کرنا چاہتا تھا اس نے ستائش یا ایسے کسی اور لالچ میں یہ نکاح نہیں کیا ہے۔

"اور میں نے پاپا کے کہنے پر۔" تنزہ نے لمحہ ضائع کیے بغیر کہا۔

دونوں کا ارادہ نہیں تھا پھر بھی یہ جملے "حساب برابر" والے محسوس ہوئے۔ حسن کی چہرے پر پھر وہی مسکراہٹ رینگ گئی جو اس نے دو دن قبل عدالت میں بھی دیکھی تھی۔ مسحور کرنے والی، خطا اٹھانے والی، بہت دلکش اور بقول تنزہ متنازعہ سی مسکراہٹ۔

☆☆☆

"جیسا بھی ہے مسکراتا غضب کا ہے!" اپنی ہی مخمور سی آواز پر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "میگنیٹک اسمائل اسے ہی کہتے ہیں۔"

"کون؟"

"بڑے ابا کے ساتھ جو بیٹھا ہے۔" تنزہ نے نیچے جھانکا جہاں دیوان پر بڑے ابا کے ساتھ وہ بیٹھا تھا۔

"توبہ کرو نشی، اس کی طرف دیکھنا بھی گناہ ہے۔ جیل والا گناہ۔" انعم کا لہجہ خوف خدا کی یاد دلانے والا تھا مگر نگاہ اس کی بھی ادھر ہی تھی۔

"سچ تو یہ ہے کہ ساری لڑکیاں اس کی [illegible] کسی بہانے اسے نظر میں رکھتی ہیں اور لڑکے [illegible] ہیں اس پر نظر رکھے ہیں کہ وہ ان کی لاڈلی پر ڈورے تو نہیں ڈال رہا۔" پیچھے سے ان کے درمیان میں آ کر شائقہ نے [illegible] انعم اور نشی [illegible] دونوں فوراً ہاتھ جھٹک کر اس سے دور ہو گئیں۔ خود پر لگی اتنی ساری آنکھوں کا ادراک اسے بھی سر اٹھا کر اوپر دیکھنے پر مجبور کر گیا۔ شائقہ نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا اور اس نے خفیف سے تبسم کے ساتھ پھر رخ موڑ لیا۔ جہاں شائقہ ہو وہ سب وہاں سے دور ہٹ جاتی تھیں اب بھی وہی ہوا انعم اور نشی چلی گئیں۔

"یہ بھی میری طرح داغ دار ہے۔" شائقہ نے گرل کی طرف پیٹھ کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ایک رات گھر سے باہر گزاری تھی اور حسن نے ایک سال جیل میں گزارا ہے۔"

"اوہ! کیوں؟"

"چوری ڈکیتی یا توڑ پھوڑ جیسے کسی جرم میں۔"

"اچھا!" اس نے پھر اسے دیکھا۔ وہ ٹھیک ٹھاک خوبرو تھا۔ حلیے سے پڑھا لکھا اور خاصا خوش وضع لگ رہا تھا۔ جس انداز میں وہ بڑے ابا کے ساتھ بیٹھا تھا اسے چور اچکا اور لفنگا تو کہیں سے نہیں لگا بلکہ اسے دیکھ کر ایک معقول، شائستہ اور مہذب بندے کا گمان ہو رہا تھا۔

"کون ہے یہ؟" اتنا تو پکا تھا وہ ان کا رشتے دار نہیں ہے۔

"اسی کالونی کا ہے اور ہمارا پڑوسی بھی، کسی کے گھر آتا جاتا نہیں، اس وقت بھی بڑے ابا ساتھ کھینچ لائے ہوں گے۔"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" پیچھے سے مبینہ آپا نے ناگواری سے پوچھا۔ وجہ ساتھ کھڑی شائقہ تھی۔ تب اس نے دیکھا انعم اور نشی جا چکی ہیں۔

"فکر نہ کرو وہ میرے ساتھ نہیں انعم اور نشی کے ساتھ تھی۔" شائقہ نے کہا۔

"چلو اندر اور اب یوں کمرے سے باہر مت نکلنا۔" وہ شائقہ کو گھورتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر [illegible] "دو دن رہ گئے ہیں [illegible] گھر میں [illegible] سارے [illegible] دیا ایک جگہ [illegible] ضرورت نہیں اور اس کو کس لیے منہ لگا رہی ہو؟"

"آپا!" اس نے پیچھے شائقہ کی موجودگی پر دبی دبی آواز میں احتجاج کیا۔

"کل ہی تمہاری ساس کہہ رہی تھیں اسے شادی کے فنکشنز سے دور کیوں نہیں رکھا۔"

"ان کا سارا گھر مدعو ہے تو وہ کیسے نہیں ہوں گی اور ان کی امی پھوپھی ہیں ہماری بھی۔" اس نے جواب دیا۔

"سگی تو نہیں ہیں، انہیں خود سمجھنا چاہیے اسے ایسی گیدرنگز میں نہ لائیں، خوامخواہ ماحول اور موڈ خراب ہوتا ہے۔" وہ چپ ہو گئی۔ ایک تو مبینہ آپا سے جیتنا تو دور انہیں قائل کرنا بھی ناممکن تھا دوسرے وہ تنہا نہیں تھیں باقی سب کے خیالات بھی شائقہ کے لیے ایسے ہی تھے۔

[illegible] کے حویلی نما گھر میں تھے۔ اس کے پاپا کب کا یہ مکان اور کالونی چھوڑ کر نئی جگہ منتقل ہو گئے تھے لیکن تایا جان نے آبائی گھر اور کالونی نہیں چھوڑی تھی۔ یہاں دادا کے دو کزنز کے پورے خاندان بھی آباد تھے۔ جن میں ایک بڑے ابا تھے۔ پچھلی پیڑھی کے وہ واحد بزرگ تھے جنھوں نے اتنی لمبی عمر پائی تھی۔ ان کی خوبیوں اور عادتوں کی وجہ سے یہاں ان کے قدر دان بہت تھے۔ سب کی نظروں میں ان کا احترام اور مان تھا یا جن کو نہیں رہا تھا وہ کم از کم اس کا دکھاوا ضرور کرتے تھے۔

پرانی طرز کے بیشتر مکان اب جدید دو اور تین منزلہ عمارتوں میں بدل گئے تھے لیکن دادا کی حویلی جوں کی توں تھی جہاں تایا جان اور تائی اپنے دونوں بیٹوں اور ان کے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اس کا رشتہ تایا کی اکلوتی بیٹی مبینہ آپا کی نند کے سسرال میں دو مہینے پہلے طے ہوا تھا جو اسی کالونی کے رہائشی تھے۔ زبیر آسٹریلیا میں برسر روزگار تھا۔ جٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا۔ جب ڈیڑھ ماہ کے قلیل وقفے میں ہوا تھا۔ انہیں جانے پہچانے اور دیکھے بھالے لوگ ہونے کی رعایت ملی تھی۔ ان کی فرمائش اور سب کے اصرار پر اس کی شادی یہاں سے ہونا طے پائی تھی۔ اس کے گھر والے اس پر راضی نہیں تھے لیکن جب بڑے ابا نے پاپا کو فون کیا تو فیصلہ ہو گیا۔ معین الدین کے لیے بڑے ابا کی بات ٹالنا ناممکن ہوتا تھا۔

شائقہ، دادا کے کزن کی پوتی تھی۔ اس کے والد سعودی عرب میں ہوتے تھے۔ تین بہنوں اور ایک بھائی میں وہ سب سے بڑی تھی۔ بھائی دوسرے شہر میں ہاسٹل میں رہتا تھا۔ عمر میں وہ تقریباً مبینہ آپا کے برابر تھی۔ سولہ سال کی ہوتے ہی بڑی عمر کے اس لڑکے کی خاطر گھر چھوڑ گئی تھی جس نے زیور اور روپے لے کر کسی بہانے اسے ریلوے اسٹیشن پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ ساری رات پلیٹ فارم پر اس کی [illegible]

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
CS Scanned with CamScanner

تھی۔ وہ اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ فون پر قائم ہوا محبت کا یہ تعلق اس کے اعتبار کے سہارے اتنا آگے نکل گیا تھا۔ اس وقت تو جو بدنامی اور باتیں ہوئیں سو ہوئیں لیکن اتنے برسوں بعد بھی کوئی اس بات کو بھولا نہیں تھا۔ اس وقت جو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اب وہ بھی شائقہ کی کہانی جانتے تھے۔ اسے صحیح معنوں میں خاندان اور کالونی میں عبرت کا نشان بنا دیا گیا تھا۔ سب جیسے اپنے گھروں سے اس کی سمت انگلی اٹھا کر اپنے بچوں کو ڈراتے تھے کہ بھٹکنا اور لڑکھڑانا نہیں ورنہ ساری عمر اس کی طرح ذلت اٹھانی پڑے گی۔ ہر جگہ اور ہر موقعے پر اسے ذلیل کرتے رہنے کی بھی یہی وجہ تھی مگر شائقہ سر جھکا کر سننے، رونے اور خاموش رہنے والی لڑکی نہیں تھی۔

وہ رونے، پچھتانے اور ڈرنے کی عمر سے آگے نکل آئی تھی۔ اسے دو بدو سب کی باتوں اور طنز کا جواب دیتے دیکھ مزنہ پہلے تو انگشت بدنداں رہ گئی تھی مگر ہفتہ بھر سے اس کا مشاہدہ کرتے کرتے اسے اس رویے کی سمجھ آگئی تھی۔ شائقہ نے یہ ڈھال نہ اوڑھی ہوتی تو سب کب کا اسے روند کر اس کی زندہ لاش دیوار میں چن چکے ہوتے۔ سب ہی تمسخر، طعنے، طنز اور جملے کسنے کا کوئی موقع بھی خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ عمر میں اس سے چھوٹے بھی اس سے بدتمیزی، تمسخر اور حقارت سے بات کرتے تھے۔

☆☆☆

رسموں کے بعد سب تھک ہار کے جہاں جگہ ملی وہاں سو گئے تھے۔ وہ دن میں خوب سوئی تھی اس لیے اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد وہ کمرے میں آڑی ترچھی سوئی لڑکیوں کو پھلانگ کر باہر آگئی۔ سب کے رہائشی کمرے دوسری منزل پر تھے۔ ان کمروں کے آگے دائرے میں چھجا سا بنا تھا جس کے اختتام پر تقریباً اڑھائی تین فٹ کی گرل لگی تھی۔ نیچے کے کھلے حصے کو وہ سب دالان کہتے تھے۔ نیچے باورچی خانہ، ہال اور کھانے کا کمرہ تھا۔ اوپر بتیاں بند ہونے کی وجہ سے اندھیرا تھا۔ دالان میں سب کچھ ایسے ہی بکھرا تھا۔ نیچے کی ساری بتیاں بند نہیں تھیں۔ شادی کا یہ بکھرا، مصنوعی قمقموں اور پھولوں سے سجا مکان بھی ایک یادگار تھا۔ اسے ویڈیو بنانے کا خیال آیا۔ اس نے موبائل کا کیمرہ آن کیا۔ وہ بائیں جانب سے شروع کر کے کیمرہ آگے بڑھا رہی تھی۔ سیڑھیوں کی گرل پر لگے آرائشی پھولوں پر زوم کرتے ہوئے اچانک سیڑھیوں پر شائقہ نمودار ہوئی۔

"یہ سوئی نہیں اب تک؟" تبھی کسی نے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ مزنہ اسکرین سے نظر ہٹا کر ادھر دیکھنے لگی۔ شائقہ ہاتھ جھٹک کر اوپر بڑھی کہ پیچھے والے نے تیزی سے اوپر آ کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے روکا۔ اسے اب شائقہ کا انداز سمجھ میں آیا۔ اس کی سانس رکنے لگیں۔ وہ صبیحہ آپا کا دیور مدثر تھا۔ وہاں جو ہو رہا تھا اسے پسینہ پسینہ کر دیا۔ اس کی نہ آواز نکل رہی تھی نہ پیر اٹھ رہے تھے۔ شائقہ مقابلے میں کمزور تھی پھر بھی وہ پوری جان لگا کر خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اچانک اس کے زور [illegible] وہ زینے سے پھسلا مگر جلد ہی گرل پکڑ کر خود کو سنبھال لیا۔ شائقہ بجلی کی سی تیزی سے زینے پھلانگ کر اوپر پہنچ گئی تھی۔ وہ بھی اوپر آرہا تھا۔ مزنہ نے پوری طاقت سے خود کو گھسیٹا اور کمرے میں آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ فون ہاتھ سے بستر پر گرا تو دیکھا کیمرہ اب تک آن تھا اس نے ریکارڈنگ بند کر کے فون الٹ دیا۔ شائقہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی اور دروازہ بند کیا۔ ویسے ہی اندھیرا تھا پھر بھی اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ ذرا دیر بعد اس کی دبی دبی سسکیاں سنائی دینے لگیں۔ اس کا دل چاہا اٹھ کر اس کے پاس جائے لیکن اس نے جو دیکھا تھا اس کے متعلق بات کرنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ اس کا دل ابھی بھی تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ اس کے عزت دار اور شریف خاندان میں کسی ایسے شخص کی موجودگی اس کا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔

"میں غلط سمجھ رہی ہوں، بات کچھ اور ہوگی، مجھے کہاں ان کی آواز آرہی تھی، میں نے صرف دیکھا وہ بھی آدھا ادھورا۔" وہ ذرا دیر پہلے والے خیالات رد کر رہی تھی اور عقب سے کریہہ حقیقت اس کا شانہ جھنجھوڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ اس کی مسلسل کوشش پر اس نے آنکھیں سختی سے بند کیں۔ بند آنکھوں میں بھی وہی منظر تھا۔ اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔ اس کھیل میں جانے کتنا وقت گزر گیا۔ شائقہ کی سسکیاں کب بند ہوئیں اور کب اس کی آنکھ لگی، صبح اسے یاد نہیں تھا۔ بھابھی کے جگانے پر اس نے مشکل سے آنکھیں کھولیں۔

"کیا ساری رات جاگی ہو؟" اس کی نیند سے بوجھل آنکھیں دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔

"نہیں... میں..." یونہی بے ارادہ نکل رہے الفاظ تھم گئے۔ اس نے جھٹ کمرے میں نظر دوڑائی۔ بھابھی اور اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"شائقہ آپی کہاں ہیں؟" ذہن میں امڈے سوال کو اس نے زبان تک آنے سے بہت مشکل [illegible]

"مجھے کیا پتا اور تم کیوں اٹھتے ہی اس کا پوچھ رہی ہو؟" اتنی سی بات پر بھابھی کی تیوریاں دیکھ کر وہ اور بے چین ہوگئی۔ ایسے رویوں کے بیچ کیسے شائقہ کسی سے رات والا واقعہ کہہ سکتی تھی۔ بنا جانے اور دیکھے ہی سب کے دل و دماغ میں وہ 'خراب' تھی۔ مصروف دن تھا اور اس کی نگاہیں پورا وقت شائقہ کی تلاش میں تھیں مگر وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کے پاس اپنی شادی کی خوشی، جوش اور آنے والے وقت کا تصور کچھ نہیں تھا۔ ایک عجیب سی بے کلی اس پر سوار تھی۔ اسے یہ ماحول اور سب کی باتیں تیاریاں، مذاق مستی کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

بیوٹیشن اسے تیار کر کے چلی گئی تھی۔ بزرگ اور بڑے تیار ہو کر بارات کے منتظر تھے جب کہ جوانوں کی تیاریاں ہی پوری نہیں ہو رہی تھیں۔ سب اسی کمرے میں تیار ہو رہے تھے، جہاں وہ بیٹھی تھی۔ ان سب میں شائقہ تیار ہو کر ایک طرف بیٹھی تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہی تھی مگر کیسے اسے متوجہ کرے اور کیا کہے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

اچانک مدثر کی بیوی زینت غصے سے بھری کمرے میں داخل ہوئیں۔

"شائقہ کہاں ہے؟" انہوں نے کمرے میں نظریں گھماتے ہوئے پوچھا۔ تبھی انہیں وہ نظر آگئی۔ کسی بپھرے بھوکے جانور کی طرح آگے بڑھ کر انہوں نے شائقہ کو زور سے چانٹا مارا اور اس کے بال نوچنا شروع کر دیے۔ کچھ گھبرا کر انہیں روکنے آگے بڑھیں تو کچھ دلچسپی سے دیکھنے لگیں۔

"کس حد تک جائے گی تو؟ تجھے تو زمین میں دفن کر دینا چاہیے۔" شائقہ خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ان میں بڑا جوش تھا۔ کوئی اس معرکے کی خبر پھیلانے باہر نکل گئی۔

"شریفوں کے درمیان رہنے کے قابل نہیں ہے تو، سات پشتوں میں کوئی ایسا بے غیرت نہیں تھا جیسی پیشہ ورانہ بے حیائی لے کر تو پیدا ہوئی ہے۔"

مزنہ کھڑی ہوگئی تھی مگر اس کا بھاری لہنگا اسے آگے بڑھنے سے روک رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے زینت؟ ابھی یہ وقت نہیں ہے۔" صبیحہ آپا نے زینت کو کسی طرح روک کر کہا۔

"یہی تو وقت ہے بھابھی کہ خاندان والے اس کی اصلیت دیکھ کر ایک بار ہی فیصلہ کر لیں۔"

"کیا ہوا؟" گھبرائی سی شائقہ کی امی اور ان کے پیچھے اس کی دونوں بہنیں اندر آئیں۔

"سچ کہوں پھوپھو! آپ کو بھی اس کا گلا دبا کر دفنا دینا چاہیے تھا۔" زینت کا لہجہ تیز اور زہر آلود تھا۔ "عزت دار خاندان میں رہنے کے قابل نہیں ہے یہ اور اگر ان حرکتوں کے بعد بھی آپ نے اس سے تعلق رکھا تو پھر سب کو آپ سے تعلق ختم کر لینا چاہیے۔"

"کیا ہوا ہے؟" شارقہ سب کو چیرتی شائقہ کے پاس پہنچی اور بدتمیزی سے بہن سے پوچھا۔

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

کی آنکھوں میں پہلے ہی بہن کی خطا کے لیے شرمندگی اور غصہ تھا۔

"پھوپھو اب یہ خاندان کے شریف اور شادی شدہ مردوں کو اپنے دام میں پھنسانا چاہتی ہے مجھے تو کہتے ہوئے شرم آرہی ہے۔" ان کی بات کے درمیان ہی شائقہ کی امی آگے بڑھیں اور دونوں ہاتھوں سے اسے مارنے لگیں۔

"مر کیوں نہیں جاتی ہے تُو شائقہ۔"

"امی۔ امی۔ میری تو سن لیں یہ مگر وہ کہاں سن رہی تھیں۔

"کل رات اس نے مدثر کو اکیلے دیکھ کر۔ کہتے ہوئے میری روح کانپ رہی ہے، میں اپنی زبان سے اس کی حرکتیں بھی بیان نہیں کر سکتی۔ ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہی ہوں مدثر کو اس سے بچ کر بھاگتے ہوئے کیسے ... "

شائقہ کی امی فرش پر گر گئی تھیں، اب وہ اپنا سینہ پیٹ رہی تھیں۔

"تو ایک بار ہی ہمیں مار کیوں نہیں دیتی شائقہ، ہم سب ایک ساتھ زہر کھا کر یہ ذلت ختم کر لیتے ہیں۔"

"نہیں امی ہم کیوں مریں، ابھی اسی وقت بیچ میں ان کا گلا دبا دیں۔" شارقہ ماں کے پاس آکر انہیں سینہ کوبی سے روکنے لگی۔ وہ بھی رو رہی تھی۔ شافیہ رو نہیں رہی تھی مگر اس کے چہرے پر گہری ندامت تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" پیچھے سے بڑے ابا کی آواز آئی۔

سب ایک دم خاموش ہو گئے۔ صرف شائقہ اور اس کی امی کی دبی دبی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

مزنہ نے پیچھے مڑ کر پلنگ سے اپنا فون اٹھایا۔

"آپ ہی فیصلہ کریں بڑے ابا۔" زینت ان کے قریب آگئیں۔ بڑے ابا اکیلے نہیں تھے۔ ان کے ...

"ایک بار گناہ کی لذت زبان پر چڑھ جائے تو پھر چھوٹتی نہیں ہے، اپنا سمجھ کر اب تک سب نظر انداز کرتے رہے مگر اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ آپ ابھی اسی وقت انصاف سے فیصلہ سنا دیں۔"

شائقہ سب کے بیچ سے ہوتی بڑے ابا کے قریب آئی۔ بڑے ابا اور مزنہ کے علاوہ وہاں موجود ہر شخص کی نگاہوں میں اس کے لیے حقارت تھی۔

"بڑے ابا!" آنسو کے درمیان وہ آگے کچھ کہہ نہ سکی۔

"یہ کیا کہے گی بڑے ابا! آپ جانتے ہیں اس کا کردار اور نیت بازارو ہے مگر اللہ کبھی ایسوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ زلیخا نے بھی دامن پکڑ کر اپنے گناہ کا ثبوت چھوڑا تھا اور اس کے ناخن مدثر کے جسم پر اس کے گناہ کا ثبوت چھوڑ گئے ہیں۔"

شائقہ بری طرح رونے لگی۔ کون یقین کرے گا اس کی بے گناہی کا۔

اس نے فرش پر بیٹھی ماں اور بہن کو دیکھا۔

"مجھے ..." دعا مانگی۔ "موت اس ذلت سے بڑی نہیں ہو سکتی۔"

"بڑے ابا!" اس کی آواز پر سارے ادھر دیکھنے لگے۔ اسی وقت حسن وہاں پہنچا تھا۔

"کل رات جو ہوا میں اس کی گواہ ہوں۔" مبینہ آپا سب سے پہلے اس کے قریب پہنچیں پھر زینت۔

"کیں اب تو گواہ بھی موجود ہے بڑے ابا! بتاؤ مزنہ سب کو جو تم نے دیکھا۔"

شائقہ کے آنسو اس جھٹکے پر تھم گئے تھے جب کہ اس کی امی کی آواز اونچی ہو گئی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے لہنگا سنبھالتی بڑے ابا کے قریب پہنچی۔

نگار اس ساری صورت حال سے خوش نہیں تھیں۔ انہیں اس وقت بیٹی کا بولنا ذرا اچھا نہیں لگا۔

کیا ... چپ رہ ...

چاہیے۔ "بڑے ابا!" ان سے رہا نہیں گیا۔ "کچھ دیر میں بارات پہنچنے والی ہے اس وقت یہ عدالت مناسب نہیں ہے سب۔"

"چاچی! ابھی ایک جملے میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا، تم کہو مزنہ، آپ سنیں اور بڑے ابا کو ایک بار ہی فائنل فیصلہ سنانے دیں۔" زینت کو ابھی اسی وقت انجام تک پہنچانا تھا۔

مزنہ نے خشک ہوتا حلق تر کیا۔ ساری نگاہیں اس پر تھیں، جن میں بس شائقہ کو تجربے کی امید تھی۔ باقی سب میں تماشا دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ مزنہ نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ ایسی بے بسی اور امید اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کی سانسیں مزنہ کی زبان سے ادا ہونے الفاظ سے بندھ گئی تھیں۔

"بڑے ابا! یہ عدالت شائقہ آپی کو لگانا چاہیے تھی کل رات غلط ان کے ساتھ ہوا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟" زینت کا لہجہ اور تیور ایک دم بدل گئے۔ سب کے سب کھلے رہ گئے تھے۔ ... کو ... تھیں۔

"مزنہ!" مبینہ آپا نے اس کی کہنی پکڑ کر کھینچی۔ وہ ان کا ہاتھ ہٹا کر شائقہ کے پاس آگئی اور اسے شانوں سے تھاما۔

"کل رات شائقہ آپی نے خود کو شیطان کے چنگل سے بچایا ہے۔" شائقہ بری طرح رونے لگی۔ اس کی امی اور بہنیں دم سادھے تھیں۔

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟" زینت کا غصہ پہلے سے زیادہ تھا۔

مزنہ پھر بمشکل اپنا لہنگا سنبھالتی بڑے ابا کے قریب آئی اور فون آن کر کے گیلری سے ویڈیو نکال کر اسکرین ان کے سامنے کی۔ پورے کمرے میں سرگوشیاں تیز ہو گئی تھیں۔ سب سے زیادہ پریشان نگار تھیں۔ مبینہ آپا کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح مزنہ کو گونگی کر دیں۔ زینت بھی آگے آکر ویڈیو دیکھنے لگیں۔

"اب مدثر بھائی کو بلائیں اور سب کے سامنے فیصلہ سنائیں بڑے ابا۔" شارقہ نے ماں کو کھڑا کرتے ہوئے کہا پھر شعلہ بار نظر زینت پر ڈالی۔ "فیصلہ سننے کا ان کا شوق پورا ہونا چاہیے۔"

"مجھے فیصلہ کرنے کو کہا گیا تھا۔" بڑے ابا کی پاٹ دار آواز گونجی۔

"ماضی کی ایک غلطی اور لغزش کی سزا عمر بھر اور ہر بار نہیں دی جا سکتی۔ شائقہ کو ہم سب برسوں سے دیکھ رہے ہیں، اس نے پھر کسی کو شکایت یا انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ آج کے بعد بنا ثبوت کے کوئی شائقہ یا کسی پر بھی کوئی الزام نہیں لگائے گا۔ اس واقعے کے بعد زینت کو شائقہ بیٹی اور معراج سے معافی مانگنا چاہیے۔ رہا مدثر تو اس کا فیصلہ میں اس کے سامنے سناؤں گا، اب سب جائیں یہاں سے، یہ اس بات کو چھیڑنے کا وقت نہیں تھا۔"

زینت سب سے پہلے وہاں سے باہر نکلیں۔ حسن مزنہ پر ایک ستائشی نظر ڈال کر بڑے ابا کو لے کر باہر چلا گیا۔ مبینہ آپا نے سب کو کمرے سے باہر نکالا۔ انہوں نے شائقہ، شارقہ اور معراج کو بھی اس سے بات نہیں کرنے دی۔

کمرہ بند کرنے کے بعد انہوں نے ہلکے سے اس کے آنچل سے ڈھکے سر پر چپت لگائی۔ "دماغ خراب ہے تمہارا؟"

"کیا ہوا؟"

"کیا ضرورت تھی شائقہ کی سائیڈ لینے اور ویڈیو دکھانے کی؟" نگار تھکی تھکی سی پلنگ پر ٹک گئیں۔

"آپ نے بھی دیکھا سب کیا سلوک کر رہے تھے ان کے ساتھ جب کہ۔"

"بس اب ختم کرو اور دیکھو بارات پہنچی یا نہیں، شادی کے گھر میں لے کے نحوست پھیلا دی۔"

"زینت تمہاری رشتے کی نند ہے اتنا تو سوچا

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

ہوتا۔" سینہ آپا کو اب زینت پر اتنا ہی غصہ تھا جتنا اس کو۔

ان دونوں کی باتیں افسوس ناک ہی نہیں تھیں وہ اسے نادم اور حیران بھی کر رہی تھیں۔ اس کی گواہی باشائستہ کی بے گناہی سے بڑا انکشاف مدثر کی حرکت تھی جس پر کسی کو کچھ نہیں کہنا تھا۔ سینہ آپا کے باہر جانے کے بعد نگار اٹھ کر اس کے پاس آ گئیں۔

"جو ہونا تھا ہو گیا اب زیادہ نہ سوچو اور وہاں جا کر بھی کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا، ٹھیک ہے؟" انہوں نے اس کے ماتھے کا ٹیکا درست کرنے کے بعد سر پر بوسہ دیا۔

"جی امی۔" ان کی آنکھوں میں تیرتے فکر کے بادلوں نے اسے چپ کرا دیا۔

پھر سب بارات کا انتظار ہی کرتے رہے مگر نہ بارات آئی نہ کوئی خبر۔ وقت گزرنے کے بعد ادھر سے کسی کو وہاں بھیجا گیا کہ کیا ماجرا ہے پتا کرے۔ فاصلہ اتنا نہیں تھا، ایک ہی کالونی تھی۔ ادھر سے اطلاع آئی کہ بارات نہیں آ رہی اور نہ آئے گی۔ اس کی بہادری کسی کو پسند نہیں آئی تھی۔ جسے خاندان کی عزت کا خیال نہ ہو، اپنے پرائے کا فرق نہ معلوم ہو ایسی حق اور سچ کی علم بردار 'ایکٹیوسٹ اور سوشل ورکر بہو' نہیں چاہیے، کسی نے اس کی ساس کے یہ الفاظ اس تک بھی پہنچا دیے۔ پلک جھپکتے ہی ماحول بدل گیا تھا۔

امی رونے لگی تھیں، حسب عادت سینہ آپا غصے میں تھیں، کامران اور عمران پریشان تھے، کسی طرح زبیر سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، بھابھی امی کو سنبھال رہی تھیں۔ امیر ہو غریب ہو، معمولی یا اثر و رسوخ والا کسی بھی خاندان کے لیے شادی والے دن بارات نہ آنا اور عین وقت پر شادی ٹوٹنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ اس کی نظروں کے سامنے اس وقت دنیا ڈگمگانے لگی جب اس نے پسینہ پسینہ ہوتے پاپا کو سینہ پکڑ کر بیٹھتے دیکھا۔ ان کا بی پی خطرناک حد تک بڑھ گیا تھا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے کچھ دوائیاں دیں۔ اس کے بعد ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا مگر ان کا بجھا چہرہ اور فکر مند آنکھیں اندر کا حال بیان کر رہی تھیں۔ وہ پرانے دل کے مریض تھے۔ باتیں سب کے پاس ہزار اور تھیں جو وہ آپس میں کر بھی رہے تھے مگر اس مسئلے کا حل کسی کے پاس نہیں تھا۔ بڑے بزرگوں نے زبیر کی طرف جا کر انہیں سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر ان کا فیصلہ اٹل تھا۔ جس وقت بڑے ابا کمرے میں آئے وہ پاپا سے 'اب گھر چلیں' کہنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

بڑے ابا نے تمہید کے بعد جو بات کی وہ ایسی انوکھی تھی جیسے کوئی پورے یقین سے دن کو رات کہہ دے۔

ان کے ساتھ کھڑے حسن کو اس وقت اسے ساتھ کمرے میں لانے کی وجہ سمجھ آئی۔

"معین الدین! عزنہ مجھے بہت عزیز ہے، میں اس کے لیے بلا سوچے سمجھے یا جھوٹے اور جلد بازی والا فیصلہ نہیں کروں گا۔ حسن کی گارنٹی میں لیتا ہوں بشرط یہ کہ [illegible] رخ حسن کی سمت کیا۔

بڑے ابا کے احسان اور اس وقت بدلے حالات میں ان کی اس سے توقعات۔ وہ اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہ سکا۔

"تم اگر راضی ہو تو میں معین الدین اور عزنہ بیٹی سے ان کی مرضی پوچھوں۔"

"جی بڑے ابا۔" اس نے سعادت مندی سے کہا۔ عزنہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کہو معین الدین! ابھی اسی وقت اپنی بیٹی کو نکاح کے بعد حسن کے ساتھ وداع کرنے تیار ہو؟"

"میں آپ کے کسی بھی فیصلے پر اعتراض نہیں کر سکتا، یہ بھی قبول ہے بشرطیکہ عزنہ راضی ہو۔" پاپا نے کچھ لمحے بعد کہا اور اسے دیکھا۔

"جی پاپا، میں راضی ہوں۔" باپ کی آنکھوں میں امید اور بے بسی [illegible] سکی۔

گھر کے باقی افراد میں پھیلا انتشار اور بے چینی بڑی واضح تھی۔ سب نے اپنے طریقے سے معین الدین سے بات کرنے کی کوشش کی مگر عزنہ کی ہاں کے بعد وہ کسی کی سننے کو تیار نہ تھے۔

☆☆☆

"بڑے ابا اور تمہارے پاپا کے حکم اور ہماری سعادت مندی نے ہمیں اس کمرے تک تو پہنچا دیا ہے اب اس کے آگے۔" وہ سوچ سوچ کر کہہ رہا تھا۔

"ہمیں ہی دیکھنا ہے۔" عزنہ نے سر ہلا کر تائید کی۔

"میرے متعلق شاید تمہیں پتا ہی ہو۔" اس بات کا اقرار کرے یا چپ رہے وہ فوراً فیصلہ نہیں کر پائی۔

"اس وقت کی سچویشن اور پریشر میں تمہارے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا لیکن آگے کے معاملات میں تمہیں اپنی مرضی کا پورا اختیار ہے۔"

[illegible] ی پھر تیزی سے اگلا جملہ کہا۔

"یہ طنز نہیں ہے، تم نے برے وقت میں پھنسے ایک پریشان اور فکر مند باپ کی مدد کی اور اب بیٹی کو مجبور نہیں رکھنا چاہتے، تم شاید واقعی نیک دل ہو، میں تمہیں نہیں جانتی اس لیے شاید ہی کہہ سکتی ہوں۔" وہ سچ کہنا چاہتی تھی اور سچ سے اسے زک نہ پہنچے یہ بھی فکر تھی۔

"لیکن مجھے تمہاری بات سے یہ بھی لگ رہا ہے کہ ہوش و حواس میں جسے منکوحہ بنا کر گھر لائے ہو اب اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنی ذمہ داری سے ہاتھ جھاڑ رہے ہو۔" اس نے ناک چڑھا کر جیسے بادل نخواستہ کہا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے مستحکم لہجے میں کہا۔

"تمہارے [illegible] میں اتنی صاف گوئی [illegible] ہی کہوں گا، عام حالات میں نہ تم نہ تمہاری فیملی کسی نے بھی اس شادی کے لیے راضی نہیں ہونا تھا، میرے ماضی کے علاوہ تمہاری فیملی کا حمول اور میرا اس معاملے میں کم تر ہونے کی وجہ سے بڑے ابا کے اصرار کے باوجود بھی یہ رشتہ نہیں جڑ سکتا تھا۔ سچ کہوں تو بڑے ابا نے بھی اس موقعے کا فائدہ اٹھایا ہے، ان کی نیت اور خلوص پر مجھے شک نہیں ہے پھر بھی میں نے نکاح سے قبل ان کے سامنے اپنے تحفظات رکھے تھے جو انہوں نے سب رد کر دیے، انہیں یقین ہے کہ ہم دونوں پرفیکٹ میچ ہیں۔" اسے اتنی لمبی چوڑی بات کی امید نہیں تھی اور وہ اب بھی کہہ رہا تھا۔

"آہستگی، میرا تصور یہ ہے کہ ایک دلہن اور ساتھی سے گھر اور زندگی میں کچھ خوشگوار تبدیلیاں آنی چاہییں اور یہ زور زبردستی اور مجبوری سے ممکن نہیں۔ [illegible] میں ہوا یہ فیصلہ عزت بچانے اور کچھ زبیر کی فیملی کو دکھانے جتانے کے لیے ہوا ہے، وہ مقصد پورا ہو گیا اب آگے [illegible]"

"[illegible] کہنا ہے میری مجبوری وہیں تک تھی؟ یہاں سے کل واپس اپنے گھر چلی جاؤں تو کچھ فرق نہیں پڑے گا؟ رشتہ دار، مہمان سب گھر جا کر یہ بات بھول گئے ہوں گے؟" وہ جو شروع میں اس کی باتوں سے متاثر ہو رہی تھی آخری جملوں پر بے ساختہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"میں تمہیں یہاں سے جانے کو تو نہیں کہہ رہا۔" اسے احساس ہوا وہ اس تک اپنی بات ٹھیک سے پہنچا نہیں پایا۔

"تم فیصلے کا اختیار مجھے دے رہے ہو اور یہ بھی سوچ لیا ہے کہ وہ فیصلہ یہاں نہ رہنے کا ہو سکتا ہے۔ یہاں تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی، تم میرا ساتھ دو گے، زندگی کی یہ اچانک اور انوکھی پیش قدمی ہم مل کر درست ثابت کر دیں گے یا کم از کم ایسی کوشش کریں گے، یہ بھی تو کہہ سکتے تھے۔ ہاں اگر تم کچھ الگ سوچ چکے ہو تو پھر یہ باتیں اس حساب سے ٹھیک ہیں۔"

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

"میں نے کچھ نہیں سوچا لیکن تم چاہو تو سب کچھ سوچ سکتی ہو، تمہیں آنے والے وقت کا اندازہ نہیں ہے میرے ساتھ زندگی نہ عام سی ہوگی نہ آسان۔ میں بس اتنا کہہ رہا ہوں اس گھر میں تم پر کوئی دباؤ اور مجبوری نہیں ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ اس کی باتیں اس حال میں بھی مثبت تھیں، یہ بات اسے جتنی اچھی لگی تھی اتنا ہی فکر مند بھی کر رہی تھی اور وہ اسے پہلے ہی مقام پر مایوس بھی نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"یہ پہلا قدم ہے، آگے تمہیں اندازہ ہوگا یہ پرخار ڈگر ہے، تب۔"

"ابھی سے اتنا آگے کا کیوں سوچیں ہم؟" مزنہ نے اسے بولنے نہیں دیا۔

"میں لوگوں کی باتوں سے آسانی سے متاثر ہونے والی نہیں کہ اس وجہ سے اپنی زندگی کے فیصلے کروں۔ ابھی اس وقت میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کیا کم خوش آئند ہے۔ کل کی کل دیکھیں گے۔ ہم اسٹیپ بائے اسٹیپ آگے بڑھتے ہیں۔"

"اسٹیپ بائے اسٹیپ!"

"ہاں، یوں سمجھو آج ہم پہلی بار ملے ہیں اور یہ پہلا اسٹیپ ہے، اب ہمیں ایک ساتھ رہنا ہے، ایک دوسرے کو جانیں گے، سمجھیں گے، دوستی ہوگی، ہو سکتا ہے ایک دوسرے کو پسند کرنے لگیں نکاح والا تعلق تو لاسٹ اسٹیپ ہوتا ہے، پہلے ان سب سے گزر لیں پھر وہاں پہنچ گئے تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔"

وہ ظریف سے تاثرات کے ساتھ اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں مختلف ہی نہیں دلچسپ بھی تھیں۔

"فائن۔" اس نے سر ہلا کر گویا اس کے طریقہ کار کو ہری جھنڈی دکھائی۔

"زیادہ نہیں سوچتے، آگے بڑھتے ہیں، وقت اور زندگی نے جس مقام پر سوال پوچھا وہاں جواب ڈھونڈ لیں گے۔"

"یس۔" وہ راضی تھی۔

"میں ہال میں ہوں، تم آرام کرو۔" مزنہ نے بھی سر ہلایا۔ دونوں ہی تھکے ہوئے تھے۔

کمرے میں دیوار سے لگی الماری سے اس نے اپنے کپڑے نکالے اور باہر جاتے ہوئے رک کر پلٹا۔

"تم نے کھانا کھایا تھا؟"

"نہیں اور مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" وہ جو دوپٹے کی پنیں ٹٹول رہی تھی مسکین سا منہ بنا کر بولی۔

"چینج کر کے باہر آجاؤ۔" وہ چلا گیا۔

انہیں اور حسن کو مبینہ آپا اور بھائی جان کار سے چھوڑ گئے تھے۔ تایا کے گھر سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا مگر نئے دولہا دلہن والا پروٹوکول دینا مجبوری تھی۔ اس سمدھیانے میں کوئی بولنے اور دیکھنے والا تو تھا نہیں اس لیے مبینہ آپا نے اندر آنے اور اس کا بیگ کمرے میں رکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ ہال کے دروازے سے ہی واپس ہوگئی تھیں۔ ان پر واپس جا کر وہاں ہو رہی چہ مگوئیوں سے نپٹنے کی فکر سوار تھی۔

اس نے [illegible] زیور اتار کر کپڑے تبدیل کیے۔ زیادہ وقت اسے [illegible] کو پنوں کا ذخیرہ بنایا تھا، اسے خالی کرنے میں لگا۔ منہ دھو کر وہ ہال میں آئی تو [illegible] نیند سے بوجھل تھیں۔ ہال کشادہ تھا یا شاید سامان کی کمی کی وجہ سے کھلا کھلا لگ رہا تھا۔ کھانے کی میز کے ساتھ چار کرسیاں رکھی تھیں۔ درمیان میں تین نشستوں والا صوفہ رکھا تھا۔ اس کے سامنے تپائی تھی۔ دیوار پر بڑا سا ٹی وی تھا۔ داخلی دروازے کے قریب درازوں والی الماری تھی۔ حسن باورچی خانے میں تھا جہاں سے کھٹر پٹر کی آواز آرہی تھی۔ ہال میں کھلنے والا دوسرا دروازہ بند تھا۔

"یقیناً یہ اس کی امی کا کمرہ ہوگا۔" اس نے سوچا۔

کیا انہیں علم بھی ہے اس گھر میں ایک فرد کا اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ معلومات کہ اس کے ساتھ اس کی معذور ماں رہتی ہے اور اوپر والے پورشن میں اس کے دو بھائی جو اس سے ملتے ہیں نہ بات کرتے ہیں، ایک بہن ہے جو سعودی عرب میں ہوتی ہے، نئی نئی اس تک پہنچائی تھیں۔ حسن نے آہٹ پر ہال میں دیکھا۔

"بیٹھو، بس دو منٹ۔" وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ نظر کھڑکی سے باہر ٹھہر گئی۔ اس نے آتے وقت غور نہیں کیا تھا کہ برآمدے میں جھولا ہے۔ آگے مختصر سے احاطے میں کچھ پودے بھی تھے۔

حسن دونوں ہاتھ میں دو پیالے لیے باہر آیا۔

"فی الحال یہ ہی بنا سکتا تھا۔" اس نے ایک پیالہ اس کے آگے رکھا جس میں میگی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے بھاپ اڑاتے نوڈلز میں چمچ گھمایا۔ حسن نے بیٹھنے سے پہلے میز پر رکھے اسٹینڈ سے ایک فورک نکال کر پیالے کے قریب رکھ دیا۔

اس نے فورک اٹھاتے ہوئے اس کی سمت [illegible] جیسے ہی کھانا شروع کیا تھا، مزنہ کو اس کی بھوک کی شدت کا احساس ہوا۔ کسی نے دولہا کو کھانے کا بھی نہیں پوچھا! اس نے [illegible] سب سے منہ پھلا لیا۔

وہ پھونکیں ہی مار رہی تھی کہ حسن نے پوچھا۔

"چائے یا کافی؟"

"کچھ نہیں، سونا ہے اب۔" وہ اپنا خالی پیالہ لیے پھر اندر چلا گیا۔ اس کی میگی ختم ہوئی تب وہ چائے کا مگ لیے واپس آیا۔

"گڈ نائٹ۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"گڈ نائٹ۔" بند ہوتیں آنکھیں بمشکل کھلی رکھنے کی کوشش کرتی مزنہ پر اتنی دیر میں اس نے پہلی بڑی گہری اور تفصیلی نظر مرکوز کی۔ گہرے بنفشی سوٹ کا دوپٹا اس کے گلے میں پڑا تھا، بالوں کا اس نے ڈھیلا سا جوڑا بنایا تھا، خالی کان اور مہندی سے رچے خالی ہاتھ، مٹے مٹے کاجل والی سیاہ خوابیدہ [illegible] اس وقت لگی۔ میک اپ کی تہوں میں وہ جاذبیت اور کشش نہیں تھی جو اس وقت دھلے چہرے میں محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ اندر جا کر اس نے دروازہ بند کیا اور بستر پر گر گئی۔ چائے کے گھونٹ لیتا حسن گہری سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو حواس میں آتے ہی واضح ہوا کہ باہر کے شور سے اس کی نیند ٹوٹی ہے۔ دوپٹا شانے پر ڈال کر بال لپیٹتے ہوئے وہ باہر آئی اور ہال کا منظر دیکھتے ہی بچی کچی نیند ہوا ہو گئی۔ اس کے جہیز کا سامان ہال میں جمع تھا۔ باہر دو مزدور برآمدے کے چبوترے پر سامان رکھ رہے تھے۔

"اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔" کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے سوچا۔ وہ حیرت زدہ سی بکھرا پھیلا سامان دیکھ رہی تھی۔ تبھی حسن امی کے کمرے سے باہر آیا اور دروازہ بند کر کے پلٹا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔

"تم پہلے چائے پیو گی یا ناشتے کے ساتھ ہی؟" حسن نے سامان کی موجودگی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"آں میں۔" وہ چائے کا کہنے جا رہی تھی کہ خیال آیا وہ مہمان تو نہیں، اب یہ اس کا بھی گھر ہے۔ کل 'ڈنر' حسن نے بنایا تھا اب ناشتا اسے بنانا چاہیے۔

"میں خود ہی دیکھ لیتی ہوں" وہ کھڑی ہوگئی۔

"تم نے ناشتہ کیا؟"

"نہیں، تم بیٹھو میں بناتا ہوں۔"

"میں بناتی ہوں ناں۔"

"تمہیں ابھی کچن اور چیزوں کا علم نہیں، ویسے مجھے عادت ہے۔" وہ مسکراتا ہوا اندر چلا گیا۔ وہ واپس بیٹھ گئی۔ کچھ دیر چپ رہی پھر ذرا بلند آواز میں کہا۔

"یہ سارے سامان کا کیا کرنا ہے؟"

[illegible]

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

توقف کے بعد جواب دیا۔
"زبیر کے گھر والوں نے خود بھجوا دیا یا گھر سے کسی نے ان سے کہا ہے؟" اس نے سوچا کہ وہ سب ایک دن قبل وہاں پہنچایا گیا تھا۔ امی پاپا کو فون کرنے کا خیال آیا تو خواب گاہ میں آکر اس نے پاپا کو فون لگایا جو بند تھا، امی کو لگایا انہوں نے اٹھایا نہیں۔
"ادھر ہی ہیں یا گھر چلے گئے؟" وہ فون رکھ کر پھر باہر آگئی۔ مبینہ آپا کے دیور کا معاملہ تھا سو تایا جان اور تائی بھی اس کی حق گوئی سے ناراض تھے۔
گیٹ کھول کر اندر آتی رخسانہ خالہ ٹھٹک کر رکیں۔ چند لمحے ساکت وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں پھر رخسانہ خالہ یوں عجلت میں آگے بڑھیں جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ اسی وقت حسن پلیٹیں لیے باورچی خانے سے باہر نکلا۔
"یہ لڑکی کون ہے؟" وہ کام کی شروعات اس کے گھر سے کرتی تھیں اسی لیے بے خبر تھیں۔
"آپ کی نئی مالکن۔"
"ہیں!" انہوں نے مزنہ کو سر سے پیر تک دیکھا۔ اب صرف ہاتھوں کی مہندی سے تو کوئی اسے ایک رات پرانی دلہن نہیں مان سکتا تھا۔
"باقی تفصیل آپ کو اگلے گھر سے مل جائے گی، آک۔" اس نے پلیٹیں میز پر رکھتے ہوئے آخر میں اسے بلایا اور واپس اندر چلا گیا۔ وہ آگے آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ رخسانہ خالہ اب ہونقوں کی طرح کبھی اسے کبھی کمرے میں پھیلے سامان کو دیکھ رہی تھیں۔
"کل ہماری شادی ہوئی ہے۔" اس نے ان کو آسان لفظوں میں سمجھایا۔
"کل تو رفیع محمد کے بیٹے کی شادی تھی۔"
"نہیں ہوئی، وہی دلہن اب یہاں ہے۔" اس نے آملیٹ کی پلیٹ قریب کھینچتے ہوئے کہا۔ مکھن اور جیم میز پر رکھتے ہوئے حسن نے اسے [illegible]

رخسانہ خالہ نے منہ کھولا ہی تھا کہ حسن نے ہاتھ اٹھا کے روکا۔
"باقی کہانی کالونی والے زیادہ دلچسپ انداز میں سنائیں گے، اس لیے آپ جلدی کام ختم کر کے جائیں۔" حسن نے پیکٹ سے بریڈ نکال کر مزنہ کی پلیٹ میں رکھی اور خود بھی کرسی سنبھال لی۔ وہ حیرت سے ان دونوں کو دیکھتی ست قدموں سے باورچی خانے میں چلی گئیں۔
"پہلے سے اطلاع نہیں دی تھی اس لیے میں چھٹی نہیں کر سکتا، رخسانہ خالہ کچھ دیر میں چلی جائیں گی، امی کے لیے سسٹر مارتھا دس بجے تک آتی ہیں، وہ دن بھر ان کے ساتھ رہتی ہیں شام میں جاتی ہیں تم۔"
"تم کہاں جاب کرتے ہو؟" اس نے درمیان میں پوچھا اسے تو کچھ بھی علم نہیں تھا۔
"میرے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے۔" اس نے بھی واضح کرنا ضروری سمجھا۔
"کالج دوستیاں [illegible] ڈرائیونگ اسکول ہے۔"
"تم ڈرائیونگ سکھاتے ہو؟"
"نہیں۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔
"دوسرے انسٹرکٹرز ہیں۔ تمہارا کیا پلان ہے، گھر جاؤ گی یا یہیں رکو گی؟ کہو تو کسی کو ہیلپ کے لیے بھیج دوں؟" اس نے ہال کے پھیلاوے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے کچھ سوچا نہیں تھا اس لیے فوری جواب نہیں دے پائی۔
"میں پہلے امی سے بات کرتی ہوں اس کے بعد ہی کچھ کہہ سکوں گی۔"
"اوکے۔"
ایک بار پھر وہ منٹوں میں اپنا ناشتہ ختم کر کے اندر چلا گیا۔ رخسانہ خالہ اس سے جھاڑو پونچھے کا پوچھ رہی تھیں۔
"ہال یونہی رہنے دیں باقی کمرے روز کی طرح کر [illegible]"

وہ چائے لیے واپس آیا مگ اس کے آگے رکھ کر سامان کے درمیان سے وہ دروازے کے قریب والی دیوار سے لگی الماری کے پاس گیا۔ اس کی دراز کھول کر کچھ نکالا اور واپس میز تک آیا۔
"یہ مین ڈور کی چابی ہے۔ سسٹر مارتھا کے جانے اور میرے آنے تک گھر لاکڈ ہوتا ہے۔"
"آنٹی اکیلی ہوتی ہیں؟" اس نے پھر درمیان میں سوال کیا۔
"کچھ دیر کے لیے۔" مزنہ کے چہرے پر واضح حیرت پھیلی لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔
"فون کی رنگ ہو رہی ہے۔" حسن نے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں سے ہلکی آواز آ رہی تھی۔
"اوہ ہاں" وہ مگ رکھ کے تیزی سے کرسی کھسکا کر بھاگی۔ دوسری طرف مبینہ آپا تھیں۔
"ہم آرہے ہیں؟" جس احسان والے انداز میں انہوں نے کہا اس کے منہ سے بھی بے اختیار [illegible]
"کیوں؟"
"ناشتہ لے کر آتے ہیں دلہن کے گھر والے۔"
"مبینہ آپا شاید پہلے ہی کسی بات پر جھنجھلائی تھیں، چڑ کر کہا۔
"ناشتہ تو ہو گیا۔"
"ہم پانچ دس منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔" انہوں نے فون بند کر دیا۔ وہ پرسوچ سی اسکرین کو تک رہی تھی، آہٹ پر مڑ کے دیکھا۔ حسن مگ لیے کھڑا تھا۔
"ٹھنڈی ہو رہی تھی۔" اس نے مگ لے لیا۔
"میں جا رہا ہوں، کوشش کروں گا جلدی آجاؤں، میرا نمبر لے لو ضرورت پڑ سکتی ہے۔" مزنہ نے ہاتھ میں پکڑا فون اس کے آگے کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے فون میں ایک دوسرے کے نمبر محفوظ کیے۔ اسے اندازہ تھا آنے والا وقت اسے وہ باور کرا دے گا جو کل رات کہا نہیں پایا تھا۔ اپنوں کی

غلط فہمیاں دور کرنے کی خواری اور اپنا موقف سمجھانے کی ناکامی کتنا بھاری بوجھ ہوتی ہے، وہ جانتا تھا۔
"میں چلتا ہوں۔"
"ہمم۔" اس نے مسکرا کے سر ہلایا۔
وہ اس کے پیچھے ہال میں آئی۔ وہ رخسانہ خالہ کو کچھ ہدایتیں دے کر باہر نکل گیا۔ صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے دوسرے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔
"کیا مجھے ان کے پاس جانا چاہیے؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ ان کی حالت اور بیماری کا اسے مکمل علم نہیں تھا۔ حسن کی باتوں سے جو وہ جان سکی تھی اس کے مطابق وہ صاحب فراش تھیں۔ اس وقت ظاہر ہے اس کے اندر جھجک تھی سو وہ ادھر جانے کا ارادہ ترک کر کے ناشتہ لے کر آنے والوں کے لیے جگہ بنانے لگی۔ رخسانہ خالہ برتنوں سے فارغ ہو کر جھاڑو لیے ہال میں آئیں تو اس نے انہیں بھی ساتھ لگا لیا۔ بڑے ڈبے دیوار سے لگا کر ان پر مزید سامان رکھ دیا۔ رخسانہ خالہ بس اسے گھورے جا رہی تھیں۔ وہ جھاڑو لگانے لگیں تو اس نے انہیں پونچھا لگانے سے روک دیا۔ وہ چاہتی تھی مبینہ آپا کے آنے سے پہلے وہ چلی جائیں۔
"بھیا نے کہا تھا۔"
"اب میں کہہ رہی ہوں ناں رہنے دیں۔" وہ مسکرائی۔
"اچھا۔" انہیں بھی سب سننے کی جلدی تھی سو چلی گئیں۔ وہ کمرے میں بال بنا رہی تھی جب دروازے پر دستک کے ساتھ مبینہ آپا کی آواز آئی۔
"مزنہ!" وہ بال کیچر میں سمیٹ کر باہر آئی۔
"السلام علیکم۔" مبینہ آپا کے علاوہ بھابھی، نشی اور انجم بھی تھیں۔
"یہ سامان یہاں کیسے؟" انہوں نے جواب دیے بنا پوچھا۔
"زبیر کے گھر سے کچھ مزدور یہاں رکھ گئے ہیں،"

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

میز پر رکھ دو۔" اس نے تھال تھماتے کھڑی نشی اور انعم سے کہا۔

"حسن کہاں ہیں؟" بھابھی نے پوچھا۔

"آفس۔"

"اتنی افراتفری میں کیا ضرورت تھی؟"

"کون سی افراتفری؟ پہلے سے اطلاع نہیں دی تھی اس لیے جانا ضروری تھا۔" حسن کا جملہ دہراتے ہوئے اسے احساس نہیں تھا، اس کا اول صبح ہی بیویوں والے انداز میں حسن کا دفاع کرنا بھابھی اور مبینہ آپا کو ناگوار گزر رہا تھا تو نشی اور انعم حیران ہو رہی تھیں۔

"امی بابا کیسے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"بابا ٹھیک ہیں امی کا بی پی رات بھر اوپر نیچے ہوتا رہا، ابھی بہتر ہے۔"

"میں نے بابا کو فون کیا تھا لیکن شاید فون بند ہے ان کا۔ امی نے بھی نہیں اٹھایا۔"

"چارج نہیں تھا ابھی لگا کے آئی ہوں، امی کا سائلینٹ پر ہے۔"

"بیٹھیں تو۔" اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ انعم کھانے کی میز کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب کھڑی رہیں۔

"اس فارملیٹی کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے تھال پر ڈھکا کپڑا اٹھایا۔ "دو لوگ اتنا کھاتے ہیں؟" اس نے سارے لوازمات پر نظر ڈال کر پاس بیٹھی نشی سے پوچھا۔

"تم نے ناشتہ بنایا تھا؟" جواب کی جگہ اس کے پاس ایک اور سوال تھا۔

"نہیں، حسن نے۔ یہ سب لے جائیں واپس۔"

"ہاں اور پھر سب کی زبانوں کی رسی کھول دیں۔" مبینہ آپا چڑ گئیں۔ "یہاں آنے کی وجہ بھی وہ ہی زبانیں جو ہیں۔"

"کچن میں یا فریج میں رکھ دو۔" انہوں نے [illegible] سے کہا۔

بھابھی، نشی اور انعم کو لے کر اندر چلی گئیں۔

مبینہ آپا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر صوفے پر بٹھایا۔

"ذرا کم بات کرو، اتنا بولنے کی کیا تک؟ دلہن ہو تم اور ذرا احتیاط سے رہو بھی۔" وہ دبی دبی آواز اور ذرا غصے میں کہہ رہی تھیں۔

"حسن کو زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاپا اور بڑے ابا کے آگے کوئی کچھ کہہ نہیں سکا اور اس وقت سچویشن ایسی تھی کہ ذہن ماؤف تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس کا احسان مان کر دب جاؤ۔ آج گھر چلے جائیں گے پھر آپس میں طے کریں گے کیا کرنا ہے، حسن سے کامران اور عمران بات کریں گے بس تم کوئی بے وقوفی نہیں کرنا، کل [illegible]۔"

"آپا!" ساری تمہید کے بعد وہ جو پوچھنے جا رہی تھیں مزنہ بوکھلا گئی۔

"ابھی تک یہاں سب ٹھیک تھا [illegible] لیکن اب آپ۔ پلیز [illegible] ہونے لگے۔"

"کیا سب ٹھیک تھا؟" انہوں نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

تب ہی وہ تینوں ہال میں آ گئیں۔

"تم دن بھر اکیلی رہو گی اب؟" نشی نے پوچھا۔

"آپ سب گھر کب جا رہے ہیں؟" اس نے مبینہ آپا سے پوچھا۔

"اب نکلیں گے۔ وہاں بھی ماحول کھینچا کھینچا تھا۔ صبیحہ آپا اکلوتی بیٹی تھیں اور معاملہ ان کے سسرال کا تھا۔"

"کہو تو میں رکتی ہوں تمہارے پاس۔" نشی نے پیشکش کی۔

"نہیں۔" مبینہ آپا نے سپاٹ سا انکار کیا۔

"میں بابا سے بات کرتی ہوں، گھر جاتے ہوئے [illegible] وہ کھڑی

ہو گئیں۔

"چلو اب۔" انہوں نے کہا۔

"یہ شاید فیروزہ آنٹی کا روم ہے۔" انعم نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ان سے ملنا نہیں چاہیے؟"

"نہیں، چلو بہت کام پڑے ہیں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھیں۔ خالی تھال اٹھائے بھابھی نے ان کی تقلید کی۔

"میں آؤں گی جلد ساری تفصیل سننے۔" جاتے جاتے نشی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

حسن کا سامنا اور اس سے مکالمے کا سوچ کر کل اسے کچھ کچھ بے قراری، الجھن اور گھبراہٹ ہو رہی تھی مگر وہ مرحلہ خلاف توقع خوشگوار تھا لیکن اب مبینہ آپا کا رویہ اور باتیں اسے پھر ویسی بے قراری، الجھن اور گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھیں۔

وہ جانے کتنی دیر خالی الذہن سی صوفے پر بیٹھی تھی کہ مسز مارتھا کی آمد پر چونکی۔

"حسن صاحب نے بتایا، کافی [illegible]" وہ [illegible] مگر عمر [illegible] کافی [illegible] بند نظر آ رہی تھیں۔ لہجہ کیرالا والی ملیالی نرسوں جیسا تھا۔

"تھینک یو۔" وہ کمرے میں جانے لگیں تو مزنہ بھی ان کے پیچھے ہو لی۔ بڑے سے کمرے میں دواؤں کی مخصوص بو رچی تھی۔ ایک طرف میز پر مختلف دوائیں رکھی تھیں۔ کچھ ورزش کے لیے لگنے والا سامان تھا۔ ایک طرف دیوار میں بنی الماری میں کتابیں تھیں۔

"گڈ مارننگ میم۔" یہ شاید ان کا معمول تھا۔ اندر پلنگ پر لیٹے ساکت وجود کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔ بیگ رکھ کر مڑیں تو نظر مزنہ پر پڑی۔

"آپ کا ڈاٹر ان لاء۔" انہوں نے پھر فیروزہ آنٹی کی سمت دیکھ کر کہا۔

"کم ہیئر۔" ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بلایا۔ وہ پلنگ کے قریب جا کر رک گئی۔

"السلام علیکم۔" اس نے بہت دھیرے سے جھجکتے ہوئے کہا۔ وہ کمزور دبلی پتلی خاتون تھیں لمبے عرصے سے بستر اور کمرے تک محدود ہونے کی وجہ سے جلد عجیب سی تھی۔ گردن کے نیچے سے ان کے بدن میں حرکت معدوم تھی۔ ساتھ ہی قوت گویائی بھی جا چکی تھی۔

ان کی آنکھوں میں حرکت ہوئی اور لب بے ڈھنگے انداز میں متحرک ہوئے۔

"ایک منٹ۔" مسز مارتھا نے کہا اور نیچے جھک کر پلنگ کا لیور گھمایا، سرہانا اونچا ہونے لگا۔

"اب دیکھو۔" فیروزہ آنٹی سے کہہ کر وہ اس سے مخاطب ہوئیں۔

"تم سامنے کھڑا ہو۔" مزنہ پائنتی کے پاس آ گئی۔ ہمیشہ سنتی پڑھتی آئی تھی اور اب تک لگتا بھی تھا کہ اس نے دوسروں کی اور اپنی آنکھوں سے خوشی جھلکتی دیکھی ہے لیکن اس لمحے اسے لگا اب تک کا تجربہ جھوٹ تھا، اس نے واقعی آنکھوں سے جھلکتی خوشی آج پہلی بار دیکھی تھی۔ ایک بے بس، معذور شخص کے پاس اپنے جذبات کے اظہار کا واحد ذریعہ ہو اور کہنے، مقابل تک پہنچانے کے لیے بے شمار احساسات اور باتیں تو وہ کیوں نہ ساری توانائی اور وجود کی ساری روشنی آنکھوں میں سمیٹ لائے۔ ہاں اس روشنی میں کمی بھی تھی۔

"اب تم کو فکر کرنے کا جرورت نہیں، حسن اب اکیلا نائی، ان کا وائف ہے ان کا ساتھ۔" مسز مارتھا ان سے کہہ رہی تھیں۔ مزنہ نے ذرا نگاہیں ہٹا کر مسز مارتھا کو دیکھا۔ بھلا کب فیروزہ نے ان سے کہا ہو گا کہ انہیں فکر ہے لیکن حقیقی تیماردار شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔ اندر باہر کے سارے کہے ان کہے دکھ درد اور مرض سمجھنے والا۔ وہ سارے خاندان میں ہمدرد اور رحم دل مشہور تھیں اور گھر میں تو ان کی یہ خصلت اس کی کمزوریوں میں شمار ہوتی تھی اس کے باوجود ایک جملے سے واضح ہوا مسز مارتھا کا کردار اسے اپنی کمی کا

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

احساس کرا گیا۔
"یہ بے اصل ترحم، ہمدردی اور مہر!" وہ جیسے اپنے رحم دلی کے لقب پر نادم سی ہوگئی۔ اس نے نگاہیں پھر فیروزہ پر مرکوز کیں۔ وہ ان سے کوئی اچھی بات کہنا چاہتی تھی۔ امی سوچ ہی رہی تھی کہ سسٹر مارتھا نے کہا۔
"باہر فون کا رنگ ہو رہا ہے۔" اس نے سنا ہی نہیں تھا۔
"ابھی آئی۔" کہہ کر وہ ہال میں آئی۔ امی کے نمبر سے کال تھی اور دوسری طرف مبینہ آپا تھیں۔
"پانچ منٹ میں نکل رہے ہیں گھر کے لیے، تم ریڈی رہو۔" اتنی بات کہہ کر انہوں نے فون بند بھی کر دیا۔ اس نے حسن کو پیغام بھیجا جس کے جواب میں اس نے بس او کے لکھا۔ وہ فیروزہ کے کمرے میں جا کر سسٹر مارتھا سے بھی کہہ آئی۔
کچھ دیر بعد گیٹ کے باہر ہارن بجا تو وہ باہر نکلی۔ اس کے کافی کپڑے اور سامان گھر میں موجود تھا اس لیے اس نے صرف چند بیگ لیا تھا۔ کار میں بیٹھتے ہوئے یونہی نظر اوپر گئی، دوسری منزل کی بالکنی سے دو خواتین نیچا اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔
امی نے اسے دیکھتے ہی گلے لگایا۔ اسے احساس ہوا وہ رو رہی تھیں۔
"امی کیا ہوا؟" وہ گھبرا کر ان سے الگ ہوئی۔
"تم ٹھیک ہو؟" انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے کیا ہوگا۔" اس نے اگلی نشست پر بیٹھے پاپا کی سمت دیکھا جو تاسف سے سر ہلا رہے تھے۔
"کل رات سے تمہاری ماں ماتم ہی منا رہی ہے، تم ایک غلط انسان اور جاہل خاندان میں جانے سے بچ گئیں اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے۔۔"
"اب کون سے سچے انسان کے ساتھ ہے۔" امی نے تنک کر کہا۔
"نیک بخت وہ شریف اور سمجھدار لڑکا ہے۔ مجھ پر نہ سہی بڑے ابا کے تجربے اور جہاندیدہ نظر پر تو بھروسہ رکھو۔"
"جیل کی ہوا کھا چکا لڑکا کبھی شریف نہیں ہو سکتا۔" امی نے رعونت اور یقین سے کہا۔
"امی!" اسٹیئرنگ سنبھالے بیٹھے عمران نے پکارا۔
"آپ کب سے عزنہ سے ملنا چاہ رہی تھیں ناں اب ذرا ریلیکس رہیں، جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔" عمران کا مزاج کچھ پاپا جیسا تھا۔
وہ جب سے سوچ رہی تھی کہ امی اور باقی سب تایا جان کی فیملی اور صبیحہ آپا کی سسرال سے تعلقات بگڑنے پر پریشان ہوں گے، اس مسئلے کے بعد رشتے داری کیسے سنبھالیں اس کی فکر میں ہوں گے، اپنی سوچ غلط ثابت ہونے پر کم اور جسے وہ حل شدہ مان چکی تھی ان کے لیے اصل مسئلہ وہ ہونے پر زیادہ حیران تھی۔ باقی راستہ امی زبیر کی فیملی کے آگے جہیز کا سامان حسن کے گھر بھجوانے پر بدلنے اور [illegible] اظہار خیال کرتی رہیں اور وہ خاموشی سے سب سنتی رہی۔ گھر [illegible] کے علاوہ باقی سب بھی امی کے ہم نوا تھے۔ [illegible] اس پر کئی چشم کشا انکشافات ہوئے۔ زبیر کے گھر والوں کی اس دھوکا دہی سے زیادہ ان سب کو اس پر غصہ تھا کہ اس نے کیوں سب کے سامنے ویڈیو بیان کی، گواہی دی، اسے ایک سند یافتہ بدچلن اور آوارہ لڑکی کی طرف داری نہیں کرنا چاہیے تھی، بڑے ابا کے پوچھنے پر حسن سے نکاح کے لیے انکار کر دینا چاہیے تھا۔ ان سب میں اصل ذمہ دار اور گناہ گار مدثر اور اس کی حرکت کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ وہ عزت بچانے والے کو عزت دینے تیار تھے نہ عزت تار تار کرنے کی کوشش کرنے والے کو بے عزت کرنے کے لیے۔ معیار رشتے اور ماضی دیکھ کر بدلنے والا تھا۔ اس کا حق سچ اور کردار و عمل سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔
گھر میں داخل ہونے سے پہلے پاپا اسے روک کر کہہ چکے تھے۔
"بیٹا! سب کی سن لینا، کسی کو جواب دینے یا بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اور وہ اس مشورے پر عمل پیرا تھی۔
"بے وقوف زیور کیوں وہاں چھوڑ آئیں؟"
"جہیز کے سامان پر بھی نظر رکھنا۔ نیا، معیاری اور برینڈڈ ہے پوری قیمت ملے گی اس کی تو۔"
"اور نہیں تو، چوری کی لت جاتی کہاں ہے۔"
"جانے کس غلطی کی سزا ملی ہے۔"
وہ ہر بات پر حیران اور شرمندہ ہو رہی تھی۔ پاپا تو ہمیشہ سے کم گو اور سادہ مزاج تھے لیکن امی کا مزاج مختلف تھا۔ بہت سی باتوں کے ساتھ ساتھ انہیں داماد اور بہو نامور اور اونچے خاندانوں سے لانے پر بڑا ناز تھا۔ اس کے کانوں میں اکثر ان کے متکبر ہونے کی سرگوشیاں پڑتی تھیں مگر اسے ان کے اس مزاج کی وجہ ہمیشہ ان کا اکلوتا ہونا لگی تھی۔ تین ماموں اور نانی کی وہ اب بھی بے انتہا لاڈلی تھیں۔ اب اسے لگ رہا تھا یہ صرف اکلوتا یا لاڈلا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی ذہنیت کی وجہ سے تھا۔
[illegible] اور مبینہ آپا کی [illegible] شروع ہوگئیں۔ حسن کی عام اور آسان والی بات وہ بڑی اچھی طرح سمجھ گئی۔ کھانے کے بعد وہ جانے کھڑی ہوگئی۔
"اسے فون کر کے بلاؤ یہاں، کامران اور عمران بات کریں گے اس سے۔ ابھی سے رسی کھینچ کر رکھیں گے تا کہ وہ کسی خوش فہمی میں نہ رہے۔" امی نے کہا۔
"اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا، بڑے ابا اور پاپا نے وہ کر دکھایا۔" کامران اور ماں کا مزاج یکساں تھا۔
"ویسے آج کام پر جانے کی کیا تک؟" یہ اعتراض مبینہ آپا کو تھا۔
"کرتا کیا ہے وہ؟" بھابھی کو خیال آیا۔
"ڈرائیونگ اسکول ہے اس کا۔" کامران بھائی پہلے سے جانتے تھے، شاید اب معلومات حاصل کی تھیں۔
"چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں۔" پاپا کار کی چابی لیے قریب آئے۔
"ارے آپ کیوں اب بھی۔۔"
"امی!" اس نے تحمل سے بات قطع کی۔
"میں عقل سے پیدل نہیں ہوں، اپنے معاملات ہینڈل کر سکتی ہوں۔ سب کو صبح سے سن رہی ہوں، آپ سب خوامخواہ کے وہم اور شکوک پالے بیٹھے ہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔ غلطیاں سب سے ہوتی ہیں، لوگ سنبھل جاتے ہیں، سدھر جاتے ہیں۔ آپ سب بھی حسن کا ماضی بھول کر حال اور اس حال میں اس کی حیثیت یاد رکھیں تو سب کے لیے آسان ہوگا۔"
"تم سے ایسی ہی کتابی باتوں کی امید ہے۔" مبینہ آپا ملامتی انداز میں شروع ہی ہوئی تھیں کہ پاپا نے ٹوک دیا۔
"بس! شادی کے بعد بیٹی کو پہلی بار گھر لائے ہیں اور کوئی اچھی مثبت بات کے بجائے سب کی اول فول جاری ہے۔ عزنہ سمجھدار ہے، جب تک وہ خود نہ کہے کوئی اس کی ازدواجی زندگی میں مداخلت نہیں کرے گا، چلو بیٹا۔" وہ اسے کہتے دروازے کی طرف چل دیے۔ وہ کم گو ضرور تھے مگر ان کا رعب کم نہ تھا۔ وہ بھی سب کو خدا حافظ کہہ کر ان کے پیچھے باہر آ گئی۔
"تم سب کی باتوں کو دل سے نہ لگاؤ بیٹا۔" گاڑی گلی سے باہر سڑک پر آئی تو انہوں نے کہا۔
"تمہارے باپ نے تمہاری شادی کسی انجان اور بدمعاش کے ساتھ نہیں کی ہے۔ عام حالات میں حسن میرا انتخاب نہیں ہو سکتا تھا مگر اس کی وجہ اس کا ماضی نہیں ہے۔" بنا گھمائے پھرائے دو ٹوک بات کرنے کی صفت اس نے ان سے ہی لی تھی۔
"حسن کے کالج اور پھر جیل سے لے کر اب تک کے حالات سے میں واقف ہوں۔ اس کی وجہ بڑے ابا تو ہیں مگر تمہیں علم نہیں سعید میرا بہت اچھا

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

دوست تھا۔ "اسے ذرا دیر بعد یاد آیا سعید حسن کے والد کا نام ہے۔"

"ماضی کے علاوہ اس وقت وہ تنہا رہتا ہے، بھائی بہن بھی آتے جاتے نہیں، بیمار ماں ہے، اپنے گھر جیسی آسائشیں وہاں نہیں، یہ سب کچھ عام حالات میں حسن کے حق میں نہ تھا۔" انہوں نے ذرا وقفہ لیا۔

"مگر حالات نے مضبوط کیس والے زبیر کی وہ کمزوریاں واضح کیں کہ اس وقت مشکل میں مدد نہیں، اتنی بڑی ذمہ داری نبھانے کے لیے تیار۔ حسن کا کردار اور شخصیت مجھے مضبوط لگے، اس میں اپنے دم پر فیصلہ کرنے کا حوصلہ ہے اور میں نے اس وقت اللہ کا شکر ادا کیا کہ تو نے فیصلے سے جاری اور حق کے لیے اسٹینڈ نہ لینے والے انسان سے تمہاری شادی ہونے سے بچ گئی کیوں کہ میں اپنی بچی کو جانتا ہوں۔" [illegible] مجبور کراتے سے [illegible] وہ مسکرائے۔

"تمہارا گزارا ایسے انسان کے ساتھ بڑا مشکل ہوتا۔ تم اپنی ماں اور باقی سب کی باتوں کو سیریس نہ لو، ان کے لیے اتنی جلد یہ تبدیلی اور فیصلہ دل سے قبول کرنا مشکل ہے۔ وقت کے ساتھ وہ سب بھی اس فیصلے پر راضی ہو جائیں گے۔ ہاں تمہیں ابھی کوئی بات پریشان کر رہی ہے یا آگے کوئی پریشانی ہو تو بلا جھجک مجھ سے کہہ دو یا مستقبل قریب میں ایسا ہو تب بھی۔"

"جی پاپا، فی الحال تو ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے انہیں مطمئن کیا۔ پاپا اسے چھوڑ کر باہر سے ہی نہیں گئے بلکہ کچھ دیر کے لیے اندر آئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد اس نے حسن کو پیغام بھیجا کہ وہ گھر آ گئی ہے۔ ادھر سے پھر جواب میں اوکے موصول ہوا۔

وہ سامان کھول کر بیٹھ گئی۔ پلنگ اور الماری کے پرزے الگ الگ تھے۔ انہیں جوڑنا اس کے بس کا کام نہیں تھا۔ کچھ چیزیں سرکانے اور کھسکانے کے [illegible]

میں ہی دستیاب ہونے والا تھا۔ اس نے کچھ چھوٹا موٹا سامان کھول کر ان کی جگہ بنائی۔

"کہا بھی تھا کچھ نہ دیں مجھے۔" اپنی نہ سنے جانے کا ایک بار پھر اسے افسوس تھا۔

عصر کے بعد وہ چائے بنانے باورچی خانے میں آئی جہاں مختصر بلکہ بس ضروری سامان تھا۔ تین برنر والا چولہا، فریج، واٹر فلٹر اور مائیکرو ویو کے علاوہ پلیٹیں، کپ، چمچے، چند پتیلیاں اور کچھ ڈبے تھے۔ کچھ دالیں اور بسکٹ نمکین وغیرہ لفافوں اور تھیلیوں میں بند سلیب پر ہی رکھے تھے۔ اس نے ایک کپ اور کچھ بسکٹ پلیٹ میں رکھے اور فیروزہ کے کمرے میں سسٹر مارتھا کو دے آئی۔

چائے پینے کے بعد اس نے لفافوں کا سامان کیبنٹ اور ڈبوں میں رکھنے کا سوچا۔ ابھی ایک خالی ڈبہ اٹھایا ہی تھا کہ [illegible] بیٹھے [illegible]

[illegible] ڈبہ اٹھا کر سلیب پر رکھا اور باہر بھاگ آئی۔ [illegible] سامان میں۔ ابھی تھی کہ سسٹر مارتھا باہر نکلیں۔

"میں جاتا ہے اب۔" [illegible] بتایا۔

"آنٹی کا کھانا؟" اس نے پوچھا۔ اسے لگا وہ موجود ہے اس لیے وہ بے فکری سے جا رہی ہیں۔

"حسن سر آ جاتا ہے ابھی، ڈنر انہیں وہ ہی دیتا ہے۔"

"اچھا۔" اسے تو کچھ علم نہیں تھا۔

بمشکل پانچ سات منٹ گزرے ہوں گے کہ حسن آ گیا۔ وہ فرش پر بیٹھی تھی اور چاروں طرف خالی ڈبے، ان پر سے اتارے گئے آرائشی غلاف اور تحائف پھیلے تھے۔

بائیک کی چابی دروازے کے قریب کھڑی درازوں والی الماری پر رکھ کر اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

[illegible]

چلا گیا۔

"چائے نہ سہی مجھے کم از کم پانی تو دینا چاہیے تھا لیکن۔" اس نے گردن گھما کر باورچی خانے کے دروازے کو دیکھا۔ "وہاں وہ ہے۔"

اس نے نئے نویلے شوہر کی خدمت کا ارادہ ترک کر کے ارد گرد کا پھیلاوا سمیٹنا شروع کیا۔ کاغذ ڈبوں میں ٹھونس کر ایک ساتھ کئی سارے اٹھا کر دروازے کے باہر رکھنے کے بعد باقی چیزیں اٹھا کر کھانے کی میز پر رکھ رہی تھی تب وہ واپس آیا۔

"تم یہ رہنے دو، میں نے گڈو کو بلایا ہے، جہاں کہو گی وہاں سیٹ کر دیں گے۔" اس نے فون اور جیب سے والٹ نکال کر چابی کے ساتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"گڈو کون؟"

"میرے آفس میں کام کرتا ہے۔"

"اچھا۔"

"چائے؟" باورچی خانے کی سمت بڑھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میں پی چکی۔" اسے ادھر کا کہیں یاد آیا مگر [illegible]

"تم جلدی واپس آ گئیں۔" اس نے اندر جانے کے بعد کہا۔

"ہمم۔" اس ہنکار میں اس کے خدشات کی تصدیق تھی سو اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا۔

تبھی دروازے پر ہوئی دستک نے مُزنہ کو متوجہ کیا۔ شائقہ کو دیکھ کر وہ کرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ شائقہ اندر آ گئی۔

"نئی شروعات کا پہلا دن مبارک۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، بیٹھیں۔" اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسے بھی دعوت دی۔

"صبح سے آنے کا سوچ رہی تھی پھر مجھے لگا شاید تم اپنے گھر گئی ہو اس لیے ابھی آئی کہ تم نہیں تو حسن ہی مل جائے گا، آیا نہیں وہ؟"

"تم نے مجھے مبارک باد نہیں دی۔" حسن نے اندر سے اونچی آواز میں کہا۔ وہ عمر میں حسن سے بڑی تھی مگر وہ بے تکلفی سے اسے تم مخاطب کر رہا تھا۔

"تمہاری تو لاٹری نکل آئی ہے، تمہیں ڈبل مبارک باد!" اس نے دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے زور سے کہا۔

"ہاہا۔" حسن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اب تم ساری عمر میرے احسان مند رہنا۔" اس نے سادہ سے لہجے میں کہا مگر اس جملے کا پس منظر سادہ نہیں تھا۔

"ان شاء اللہ۔" کچھ توقف کے بعد حسن کی سنجیدہ آواز ابھری تھی۔

مُزنہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا لہجہ بشاش تھا مگر آنکھوں کے گرد کے گہرے حلقے اور متورم پپوٹے رت جگے اور گریہ کی چغلی کر رہے تھے۔

"میں نے شارقہ سے سنا تھا تم گھر جاؤ گی، گئیں نہیں؟"

"ہو کر آ گئی ہوں۔"

"اچھا۔" اس نے سر جھکا کر اضطراری انداز میں انگلیاں الجھائیں۔

"میں کل تمہیں شکریہ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔ اگر تم نے ہمت نہ کی ہوتی تو میری ماں زندہ درگور ہو جاتیں۔" کل جو ماں اس کی جان لینے کی درپے تھیں، وہ ان کے بچ جانے پر اس کی شکر گزار تھی۔

"میں مرنے کے بعد بھی تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔"

"یہ کوئی احسان نہیں۔"

"یہ احسان سے بڑھ کر ہے مُزنہ! انسان کی سب سے اعلا خوبی حق اور مظلوم کا ساتھ دینا ہے۔ میں بے گناہ ہی سولی پر لٹکا دی جاتی اگر تم چپ رہتیں۔ اپنے سسرالی رشتے دار کے خلاف اپنی شادی والے دن زبان کھولنے والی شاید تم اس دنیا کی واحد لڑکی ہو۔ یہ دنیا مصلحت اور مجبوریوں کے سہارے چل رہی ہے۔ یہاں سچ اور حق کسی کی ترجیح نہیں

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

ہوتے، سب کی ایک ہی کوشش ہوتی ہے کہ معاملات بنے رہیں اور حالات ان کے حق میں رہیں اور اس کے لیے دین، اصول، اخلاق، سچ کسی کی پاس داری ضروری نہیں، اپنے فائدے کے لیے ان سب کو روندا جاسکتا ہے۔" وہ کچھ نہ کہہ سکی کہ شائقہ اپنا تجربہ بیان کررہی تھی۔ اس کی زندگی میں ایسے امتحان کل سے پہلے کبھی نہیں آئے تھے۔ حسن اس کے لیے چائے کا کپ لیے باہر آیا۔

"تم آج بھی آفس گئے تھے؟" اس نے کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری تھا، میں امی کو کھانا کھلا دوں پھر آتا ہوں۔" وہ دونوں کو تنہا چھوڑ کر باورچی خانے میں گیا اور وہاں سے ٹرے لیے فیروزہ کے کمرے میں۔

"کل سونے کے لیے جگہ نہیں تھی تو میں نے سوچا گھر ہی چلی جاتی ہوں، نیچے اتر کر مین ڈور کھول رہی تھی کہ پیچھے سے مدثر چلا آیا۔ اس کی شہرت پہلے ہی اچھی نہیں، اس کی غلیظ نظریں اور اشارے میں کئی دن سے برداشت کررہی تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ باہر بھاگ جانے کے بجائے میں نے اوپر سیڑھی کا رخ کیا۔" وہ رک گئی۔

"ویسے کل والے قصے کے بعد ایک اچھی بات یہ ہوئی کہ شارقہ کا رویہ بدل گیا ہے۔ اس نے یہ سمجھ لیا کہ ڈرتے اور برائی باتوں پر شرمندہ ہوتے رہیں تو لوگ اور شیر ہوجاتے ہیں، وہ کل امی کو بھی سمجھا رہی تھی۔" شائقہ مسکرائی تو وہ بھی مسکرادی۔

"مزنہ!" وہ دھیمی پرسوچ آواز میں اسے پکار کر رک گئی۔

"تم نے بہت سہل اور آرام دہ زندگی گزاری ہے۔ ہماری دنیا۔ مطلب حسن اور میرے جیسے لوگوں کی دنیا اس سے بہت مختلف ہے۔ اکثریت نہ ہمارا ماضی بھولتی ہے نہ ہمیں بھولنے دیتی ہیں۔ ہمارے اپنے بھی ہمارے ساتھ نہیں ہیں پھر حسن کے ساتھ اس کی [illegible] بھی [illegible] تم نے حسن [illegible]

بھرتے ہوئے یہ سب نہیں سوچا ہوگا اس لیے تمہارے لیے یہ سب ذرا مشکل ہوگا، تم شاید گھبرا جاؤ، تمہارے حوصلے کے لیے ایک ہی بات کہہ سکتی ہوں جو ہمیشہ یاد رکھنا کہ حسن بہت اچھا انسان ہے۔"

"شائقہ آپی!" وہ مسکرادی۔

"میں اپنے فیصلوں کو ہر حال میں نبھانے اور فیس کرنے کی قائل ہوں اور اپنے اقدام کے نتائج کے لیے تیار رہتی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں میں مضبوط دل و دماغ کی مالک ہوں۔" کل حسن اور آج شائقہ اسے جو آگاہی دینا چاہ رہے تھے اسے گھر جانے کے بعد کچھ کچھ اندازہ ہوگیا تھا۔

کچھ دیر بعد گڈو آگیا۔ اسے لگا تھا وہ کوئی بڑا بندہ ہوگا لیکن وہ چودہ پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ شائقہ اور وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے اور ان کے بیچ مسلسل نوک جھونک جاری تھی۔ انہوں نے ساتھ مل کر فرنیچر ٹھکانے لگایا۔ ان کے ساتھ شائقہ بھی شامل تھی۔ اس دوران گھر سے امی کا فون بھی آیا۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو [illegible] حسن نے باہر سے کھانا منگوایا۔ اس نے صبح کا آیا ناشتہ فریج سے نکالا اور ان چاروں نے ساتھ میں کھایا پھر حسن بائیک سے گڈو کو گھر چھوڑنے چلا گیا۔ شائقہ بھی چلی گئی۔

نئے اور بڑے پلنگ والماری، میز، آرائشی میز شیشہ اور دیگر آرائشی چیزوں کے بعد دونوں کمرے اب بھرے بھرے تھے۔ پہلے سے موجود چھوٹا پلنگ دوسرے کمرے پر موجود تھا۔ الماری وہ نکال کر باہر رکھ چکے تھے کہ کسی ضرورت مند یا کباڑ والے کو دے دیں گے۔

وہ واپس آیا تو وہ بال کی نوک پلک سنوار رہی تھی۔

"اب چھوڑ دو، کل دیکھ لیں گے۔" اس کا تھکا چہرہ دیکھتے ہوئے حسن نے کہا۔

"میں کچھ دیر امی کے پاس ہوں۔"

وہ کمرے میں آکر نئے پلنگ پر لیٹ گئی۔ وہ جانتی تھی پرانا پلنگ حسن نے اپنے لیے رکھا ہے۔ کل وہ فوراً سوگئی تھی مگر آج نیند کے باوجود سو نہیں پارہی تھی۔ کچھ دیر بعد حسن اندر آیا۔ وہ اسے سوتا سمجھ کے آواز پیدا کیے بغیر کام کررہا تھا۔ نئی بڑی سی دیوار گیر الماری سے کپڑے نکال کر وہ غسل خانے میں چلا گیا۔ واپس آکر اس نے بتی بجھا کر نائٹ بلب جلایا اور تکیے کے سہارے آرام سے بیٹھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی کتاب کھولی۔

"اتنے اندھیرے میں دکھائی دے رہا ہے؟" اس کی آواز پر وہ چونکا۔

"تم سوئی نہیں؟"

"کیا پڑھ رہے ہو؟" ان کے پلنگ آمنے سامنے کمرے کی دیوار سے لگے تھے۔

"گڈو نے شادی کے تحفے میں یہ کتاب دی ہے۔" اس نے کتاب بند کرکے اس کا سرورق اسے دکھایا۔

"کیا ہے؟" اسے واضح نظر نہیں آرہا تھا۔

"رومانی اشعار۔"

"اوہو۔"

"اس کا خیال ہے میں بڑا بور بندہ ہوں اور شادی کے بعد مجھے اس کی ضرورت ہے۔" اسے ہنسی آگئی۔

"سناؤ پھر کوئی اچھا سا شعر۔"

"میں اس معاملے میں بڑا بد ذوق ہوں ویسے۔" اوراق پلٹتے ہوئے اس نے پہلے ہی آگاہ کیا۔

چند اوراق کے بعد رک کر اس نے پہلے گلا صاف کیا۔ "سنو۔"

دل کے سونے صحن میں گونجی آہٹ کس کے پاؤں کی
دھوپ بھرے سناٹے میں آواز سنی ہے چھاؤں کی

حماد نیازی

"دیکھ [illegible]"

"اور سناؤں؟"

"نہیں، اسی سے نیند آگئی۔" اس نے شرارت سے کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"ہاہاہا گڈ نائٹ۔" وہ بھی لیٹ گیا۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ آفس نہیں گیا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکلی تو وہ ماں کو ناشتہ کروا کر خالی برتن لیے باہر آرہا تھا۔

"آج میں ناشتہ بناتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوکے۔"

وہ دونوں آگے پیچھے باورچی خانے میں آئے۔ وہ فیروزہ کا ناشتہ بنا کر گیا تھا پھر بھی سب کچھ صاف ستھرا اور سمٹا ہوا تھا۔

"تم کافی سگھڑ ہو۔" اس نے چائے کے لیے پتیلی چولہے پر رکھتے ہوئے چھیڑا۔

"یہ میری خوبی نہیں مجبوری ہے۔" اس نے ایمان داری سے کہا۔ "اپنا کام آسان کرنے اور وقت بچانے کے لیے ہونا پڑا۔" وہ اسے چیزوں کی جگہیں بتاتا جارہا تھا۔

"کل میں نے یہاں کاکروچ دیکھا تھا۔"

"ہاں ان کی کئی فیملیز اس گھر کی رہائشی ہیں۔" اس نے جس صدمے سے اسے گھورا وہ محظوظ ہوا۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے؟" اس نے جواب دینے کے بجائے لب بھینچ لیے۔

"امی گھر سے کہیں جا نہیں سکتیں اور ان کی موجودگی میں پیسٹ کنٹرول نہیں ہوسکتا اس لیے ان کے مزے ہیں۔" اس گھر میں یہ پہلی بری خبر تھی۔

اس نے آٹا گوندھ کر پراٹھے بنائے۔ ساتھ آملیٹ اور چائے تھی۔ ان کا ناشتہ ختم ہی ہوا تھا کہ رخسانہ خالہ آگئیں اور ان کے پیچھے ہی بڑے ابا۔

وہ ان دونوں کی خیر خیریت پوچھنے کے بعد اس کی امی سے مل کر واپس ہال میں آئے۔

"کیسی گزر رہی ہے؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔ ان کی سرخ و سپید رنگت پر سفید بال اور سفید

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

وادی انہیں بڑا پرنور بناتی تھی۔ ان کی زندگی بھر کی نیکیاں جیسے ہر وقت ان کے گرد روشنی کا ہالہ بنائے رکھتی تھیں۔

"الحمد للہ بڑے ابا! آپ جو فیصلہ کریں وہ غلط کیسے ہو سکتا ہے؟" حسن کے جواب پر وہ ہنس دیے۔

"فیصلہ بھلے میں نے کیا ہو مگر اسے جھیلنے اور نبھانے کی ذمہ داری تم دونوں کے کندھوں پر ہے، تم اسے جھٹک دو تو سب کچھ غلط ہو سکتا ہے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا بڑے ابا۔" مزنہ نے گویا وہاں موجود تینوں نفوس کو یقین دلایا۔

"شاباش! حسن کی کوئی شکایت ہو تو بلا جھجک مجھے فون لگا لیا کرو۔" وہ بہت خوش مزاج تھے۔

"اور مجھے شکایت ہو تو؟" حسن نے پوچھا۔

"ایسی بیوی ملنے پر سب کچھ بنا شکایت برداشت کرنا اب سے تمہارا فرض ہے۔" انہوں نے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"بڑے ابا!" احتجاج مزنہ نے درج کیا۔ "پہلے یہ تو دیکھیں مجھ معصوم سے شکایت؟"

بڑے ابا نے زوردار قہقہہ لگایا۔

☆☆☆

جلد ہی وہ دونوں ایک معمول کے عادی ہوگئے۔ کھانا پکانا مکمل طور پر اس نے سنبھال لیا تھا۔ رخسانہ خالہ اور سسٹر مارتھا کے ساتھ گپیں لگانے کے علاوہ وہ فیروزہ آنٹی کے ساتھ بھی خاصا وقت گزارنے لگی تھی۔ کبھی کبھی سسٹر مارتھا کے ساتھ مل کر انہیں ورزش بھی کراتی تھی۔ کبھی کبھار شائستہ کے گھر چلی جاتی تو کبھی تایا کے گھر کا چکر لگا لیتی۔ اس کی حرکت پر وہاں بھی کوئی خوش نہیں تھا مگر وہ اس معاملے کی وجہ سے خاندانوں کے بیچ سرد مہری اور فاصلے بڑھانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ گھر جاتی تو رکتی نہیں تھی۔ کئی اور گھر بھی چکر لگایا کرتی تھیں۔

اوپر سے آتے جاتے اکثر بچے نیچے جھانکتے تھے۔ آج بھی چھ سالہ روحان اسکول سے آتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے کے بجائے دروازے سے اندر جھانکنے لگا۔

"ہیلو!" اس نے اچانک سامنے آکر کہا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"اسکول جا رہے ہو یا آ رہے ہو؟"

"آیا ہوں۔"

"کون سی کلاس میں ہو؟"

"سیکنڈ۔"

"اندر آجاؤ۔"

اس نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"بھوک نہیں لگی؟"

"لگی ہے۔"

"میں نے آج چکن بنایا ہے اور ساتھ میں فرائز تلوں گی، فریج میں آئس کریم بھی ہے۔" اس نے لالچ دیا۔ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس کے چہرے پر آمادگی جھلکنے لگی تھی کہ پیچھے سے بڑی بہن کی تیز آواز پر وہ یوں گھبرایا مانو چوری کرتے پکڑا گیا ہو۔

"وہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ دونوں ایک ساتھ ہی اسکول سے آئے تھے۔ [illegible] وہ گھبرا کر کچھ کہے بنا سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔

مزنہ دروازے سے باہر آئی۔ وہ تیرہ چودہ سال کی بچی اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے دھپ دھپ اوپر چڑھنے لگی۔ مزنہ کو بہت افسوس ہوا۔ بچوں کے دل میں یہ نفرت خود بخود تو پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔

"والدین کی بچوں کے دلوں میں نفرت بھرنے کی کوشش پر پابندی لگنی چاہیے۔" اس نے سوچا۔ بلکہ یہ قانون پاس ہو کہ بچوں کو محبت کے علاوہ کچھ اور نہ سکھایا جائے۔ سارا دن وہ یونہی الٹا سیدھا سوچتی رہی۔

"تم اپنی کہانی کب سناؤ گے؟" رات چادر اوڑھ کر لیٹنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"میری کہانی۔ بڑی بورنگ سی ہے۔" وہ پلنگ پر کتاب لیے بیٹھا تھا۔

"میرا بور ہونے کا موڈ ہے۔" وہ ہنس دیا۔ چند لمحوں تک وہ اپنی زندگی بدل دینے والے واقعے کو دہرانے کا حوصلہ اکٹھا کرتا رہا پھر آہستہ سے کہنے لگا۔

"میں گھر کا سب سے چھوٹا اور امی کا بے حد لاڈلا تھا۔ ابا سخت مزاج تو نہیں تھے مگر بہت بااصول تھے۔ اسکول کالج تک سب ٹھیک ٹھاک تھا، انجینئرنگ کالج میں نئے دوست بنے جن میں جاوید اور انس بھی تھے۔ وہ بے فکری اور خواب دیکھنے کا ایسا وقت تھا کہ کچھ بھی ناممکن نہیں لگتا تھا۔ ہمارے لیے مورل، تمیز، حدود یہ سب آؤٹ ڈیٹڈ کانسیپٹ تھے۔ ہمیں کالج میں کئی رعایتیں حاصل تھیں کہ ساری شرارتوں یا ان ڈسپلن کے ساتھ ہم تینوں پڑھائی میں اچھے تھے۔

سیکنڈ ایئر میں ہمارے ساتھ خضر بھی شامل ہو گیا۔ اس کے لیے ایڈونچر کی تعریف تھوڑی خطرناک تھی۔ ایک دن ہماری [illegible] کالج فٹ بال کا [illegible] فیصلے بھی تھے۔ [illegible] گراؤنڈ کے باہر ہم سب اس ریسٹورنٹ میں ہارنے کا غم غلط کر رہے تھے۔ ریسٹورنٹ خالی تھا، ہماری آوازیں، غصہ اور ہلڑ بازی پورے عروج پر تھی۔ منیجر جس کے بارے میں بعد میں پتا چلا کہ وہ اونر تھا، نے کچھ دیر برداشت کیا پھر ہمیں جانے کو کہا۔ اس بات پر اس سے خوب تکرار ہوگئی کہ خالی ریسٹورنٹ میں آرڈر کرنے کے بعد جس کا ہم بل ادا کریں گے، ہمیں اپنے طریقے سے انجوائے کرنے سے کیوں روکا جا رہا ہے۔

وہ بھی تنگ مزاج اور غصے کا تیز تھا، ہم بھی پہلے سے بھرے بیٹھے تھے، جلد ہی تو تو میں میں ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ ہم نے بھی کانچ کے گلاس اور بوتلیں توڑ کر اسے دھمکایا۔ جب اس نے پولیس کو بلانے کی دھمکی دی تو ہم بھی اسے سبق سکھانے کا وعدہ کر کے وہاں سے نکل گئے۔ پھر اسی کا بدلہ لینے ہم نے وہ خطرناک پلان بنایا، اس میں مبین کو بھی ساتھ رکھا کہ وہ کالج کا غنڈہ تھا اور ہمیں ایک تجربے کار سردار چاہیے تھا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ مزنہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"خیر پلان یہ تھا کہ ریسٹورنٹ بند ہونے کے بعد کسی طرح اندر گھس کر توڑ پھوڑ کریں گے۔ ہم انس کی کار سے وہاں پہنچے تھے اور کچھ اونچ نیچ ہونے کی صورت میں مجھے ہی کار میں سب کو لے کر بھاگنا تھا کہ میری اضافی خوبی میری ڈرائیونگ تھی۔ جیسے سوچا تھا ویسے سب کیا، ہم نے پوری تیاری کی تھی ماسک، سی سی ٹی وی بلاک کرنے کے لیے اسپرے، شٹر کھولنے کے لیے ضروری ہتھیار اور آلات، بیس بال بیٹس سب کچھ، بس جو تیاری رہ گئی تھی وہ اونر کا بیک گراؤنڈ چیک تھا۔" اس نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی۔

"وہ اس علاقے کے کاؤنسلر کا داماد تھا۔"

"اوہ!" مزنہ کی زبان سے پھسلا۔

"بس وہیں سے ہماری بربادی شروع ہوئی۔ پولیس، گرفتاری، کیس، جیل وہ سب تو جو ہوا سو ہوا، گھر والوں نے جو کیا وہ اصل تکلیف تھی۔ مجھے جو کیا اور میرے ساتھ جو کیا وہ جائز تھا مگر ابا نے سارا الزام امی پر رکھ دیا، انہوں نے ہم دونوں کو مجرم بنا دیا کہ ان کے لاڈ نے مجھے بگاڑا ہے، وہ مجھ پر نظر رکھ سکیں نہ مجھے صحیح غلط کی تمیز سکھا پائیں، میں اس رستے پر ان کی وجہ سے چل نکلا۔ حالاں کہ اگر امی ذمہ دار تھیں تو ابا بھی اور اگر ابا کا کوئی قصور نہیں تھا تو امی کا بھی نہیں۔ وہ اصول پسند تھے اس لیے میری مدد سے صاف انکار کر کے مجھے میرے کیے کی قانونی سزا بھگتنے کا حکم سنا دیا۔

ہم پانچ تھے مگر جیل ہم تین ہی گئے۔ خضر اور انس نے پوری طرح وکیلوں کے مشوروں پر عمل کیا اور ہم سے آنکھیں پھیر لیں جب کہ یہ پلان خضر کے ذہن کی اختراع تھا اور کار انس کی تھی۔ ان کے پاس تعلقات تھے اور خوب پیسہ بھی۔ مبین اور میں اس دوران لاوارث اور پبلک ڈیفنڈر کے رحم و کرم پر

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

تھے۔ جاوید کے والد نے مقدور بھر اسے بچانے اور سزا کم کرانے کی کوشش کی تھی، اسے ضمانت مل گئی تھی۔ اس نے لوئر کورٹ کے فیصلے کے بعد اپیل بھی کی تھی۔ میں نے اور مبین نے اپیل سے منع کر دیا تھا کہ ہمیں ضمانت نہیں مل رہی تھی اور اپیل وغیرہ میں سزا کا وقت پورا ہو جانا تھا۔ ابا نے اتنا کیا تھا کہ جرمانے کی رقم ادا کر دی تھی۔ جیل میں مجھے اپنی غلطی، گھر والوں کی شرمندگی، معصیت اور امی کا احساس تھا۔ میں بھی یہ سزا جھیلنا چاہتا تھا مگر یہ سزا میری سوچ سے بہت بڑی تھی۔ اس کا احساس جیل جانے کے بعد ہوا۔ اگر مبین ساتھ نہ ہوتا تو شاید میں کم از کم مینٹلی اسٹیبل باہر نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وقت میں بدترین خواب کی طرح بھول جانا چاہتا ہوں۔" شرنہ کا دل دکھ سے بھر گیا۔ اس نے اسے بدترین یادوں کے روبرو کر دیا تھا۔

"خیر! جیل سے باہر آنے کے بعد ایک الگ دنیا منتظر تھی۔ جنھیں میں چھوڑ گیا تھا وہ پھر مجھے ویسے نہیں ملے۔ ابا نے مجھے فوراً کام پر لگا دیا۔ میں نے امی کے سامنے احتجاج کیا کہ مجھے پہلے اپنی ڈگری حاصل کرنے دیں مگر اب امی کا سخت موقف یہ تھا کہ جو ابا کہیں مجھے وہی کرنا ہے، میں اب ان سے کسی بات پر اختلاف کروں نہ سوال کروں۔ وہ اپنے لاڈ پیار کے الزام کو دھونا چاہتی تھیں۔

وہ تو شکر تھا آپی کی منگنی ہو چکی تھی اور میرے باہر آنے سے پہلے وہ شادی کر کے باہر چلی گئی تھیں۔ دونوں بھائیوں کا رویہ میرے ساتھ سرد ہی نہیں حاکمانہ بھی ہو گیا تھا۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے سب اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کے لہجے میں میرے لیے عزت کا شائبہ تک نہ ہو۔ مجھے میری اوقات یاد دلاتے رہنا اب ان کا فرض تھا۔

میں اپنے ہی گھر میں دوسرے درجے کا شہری تھا۔ امی بھی محبت اور شفقت کے مظاہروں میں محتاط تھیں۔ یہ وقت میرے شدید ڈپریشن کا تھا۔ ابا مجھ سے راضی ہو جائیں اس کوشش میں امی مجھے پابندی سے نماز کے لیے مسجد بھیجنے لگیں جہاں مجھے روز بڑے ابا ملتے تھے اور یہیں سے میری زندگی تبدیل ہوئی۔ کالونی کے دوسرے بزرگوں کی طرح وہ ناگواری سے دیکھتے تھے نہ طنز کرتے تھے، نہ ہی ہر ملاقات پر واعظ بن جاتے تھے، ان کا رویہ میرے ساتھ دوستانہ اور مشفقانہ تھا۔ ان کی وجہ سے میں ڈپریشن سے باہر نکلا، ان کی باتوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں دوسروں کے لیے نہیں اپنے لیے اپنی زندگی ٹریک پر لاؤں۔ اب تک میں امی ابا اور باقی سب کو خوش کرنے اور یہ جتانے کہ میں اب بھی اچھا ہوں، اپنے کیے پر نادم ہوں، سب کچھ کر رہا تھا۔ میں نے اپنا یہ نظریہ بدلا اور بڑے ابا نے میرے ساتھ ساتھ ابا کی سوچ بھی بدلی۔ میں تب تک یہاں وہاں چھوٹی موٹی نوکریاں کر رہا تھا۔ اس میں ایک ڈرائیونگ اسکول میں انسٹرکٹر کی نوکری بھی شامل تھی۔

جب بڑے ابا نے مشورہ دیا کہ مجھے اپنا کاروبار کرنا چاہیے تو میرے ذہن میں یہی آیا، میرے پاس کوئی اور اسکل نہیں تھی۔ مکینیکل انجینئرنگ مکمل کرنے کے بعد [illegible] میں جاب میرا خواب تھا۔ اس ادھورے خواب کو جینے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ اس دوران بڑے بھیا کی شادی ہوئی تھی، شادی کی محفلوں میں میں آؤٹ کاسٹ تھا۔ شادی کے فنکشنز میں ہی شائقہ اور میں ایک جیسے جرم والے، بات چیت کرنے لگے۔ میں شائقہ کے دو بدو جواب دینے کی خوبی سے پہلے خائف تھا، اس کا اور میرا رویہ یکسر مختلف تھا۔ میں ہمیشہ دفاعی موڈ میں رہتا تھا اور اس کے انداز ہمیشہ جارحانہ ہوتے تھے۔

وہ چپ چاپ سننے یا سر جھکانے پر یقین نہیں رکھتی تھی اور میں بات ہی بہت کم کرتا تھا جواب دینا تو دور۔ وہ عمر میں مجھ سے کافی بڑی تھی پھر بھی شاید ہمارے ماضی اور حال میں ہو رہی درگت نے ہماری ایکویشن بیلنس کر دی تھی۔ اکثر موقعوں پر وہ بڑی بہنوں کے سے استحقاق سے ڈیفنڈ کرتی تھی۔ حادثے کے بعد جب امی کو میں نے اپنے پاس رکھا اس مشکل وقت میں شائقہ نے میری بہت مدد کی۔" وہ ایک بار پھر مسکرایا تو شرنہ کے سنجیدگی اور درد کا تاثر لیے چہرے پر بھی مسکراہٹ ابھری۔

"چھوٹے بھائی کی شادی کے بعد اب ابا کو میری فکر تھی۔ بڑے ابا نے جانے کیسے ابا کو راضی کیا یا پھر انہوں نے میری ذمہ داری لی تھی اس لیے ابا مان گئے اور میرے ڈرائیونگ اسکول میں انویسٹ کیا۔ اسے کامیاب بنانے کے لیے میں نے بہت محنت کی۔ آہستہ آہستہ گھر کا ماحول بھی پہلے جیسا ہونے لگا تھا۔ میری مستقل مزاجی اور کچھ کر دکھانے کی سنجیدگی نے امی ابا کو مطمئن کر دیا تھا۔

جب میں سیٹل ہونے ہی لگا تھا کہ ابا کا انتقال ہو گیا۔ یہ ان کی اصول طبیعت ہی تھی جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اوپر دو پورشن بنوا کر بھائیوں کو الگ کر دیا تھا۔ ابا کی زندگی میں بھائیوں کا آنا جانا رہتا تھا لیکن ابا کے بعد اب نیچے والا پورشن صرف میرا تھا۔ بھابھی اسکول میں پڑھاتی ہیں، تب ابوذر چند ماہ کا [illegible] بھائی نے شرط رکھی کہ امی نیچے اوپر نہیں کریں گی، ان کے پاس رہیں گی۔ امی اس کے لیے تیار نہیں تھیں مگر میں نے بھائی کو اتوار کا دن امی کے نیچے رہنے اور باقی ہفتہ ان کے پاس رہنے پر منا لیا۔

کئی سال ایسے ہی چلتا رہا، اس دوران امی اور بڑے ابا نے میری شادی کی بہت کوششیں کیں لیکن بات کہیں بنی نہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان دونوں کے علاوہ بھائی بھابھی، بہن کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔ جس کا کوئی سگا رشتہ نہ ہو وہاں لوگ بیٹی دے دیتے ہیں لیکن جس کے رشتے ہوں مگر دور یا ناراض ہوں تو سب ہی جھجکتے ہیں پھر میرا ایک سیاہ ماضی بھی تھا۔ ابوذر تین سال کا تھا تب اس کو زینہ اترنے سے روکنے کی کوشش میں امی سیڑھیوں سے ایسی پھسلیں کہ اوپر سے سیدھا نیچے پہنچ گئیں۔ ان کی ریڑھ کی ہڈی اور اعصابی نظام متاثر ہوا تھا۔ وہ صرف حرکت سے معذور نہیں ہوئیں ان کی قوت گویائی بھی چلی گئی۔ یہ بہت مشکل دن تھے۔ میرے پاس میری اپنی ہستی صرف امی تھیں، انہیں اس حال میں دیکھنا جان لیوا تھا، اپنی بے بسی پر غصہ آتا تھا، دکھ ہوتا تھا اور بہت مایوسی بھی۔ امی کی تیمارداری اور علاج کے اخراجات آسان نہ تھے۔ اب وہ ایک بوجھ تھیں اس لیے ان کے علاج یا صحت یابی کی کسی کو فکر نہیں تھی۔ آخر بھائی سے لڑ جھگڑ کر میں امی کو اپنے پاس لے آیا۔ اتنے سالوں میں پہلی بار میں نے کوئی ایسا کام کیا تھا۔ اس کی سزا کے طور پر بھائیوں نے میرے ساتھ ساتھ امی سے بھی مکمل رابطہ توڑ لیا۔ اتنے برسوں کے مسلسل علاج کے بعد اب امی بہت بہتر ہیں۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کسی دن وہ بولنا اور چلنا بھی شروع کریں گی، ان شاء اللہ۔"

"ان شاء اللہ۔" اس نے دل سے کہا۔

"تمہارے باقی دوست کہاں ہیں انس وغیرہ؟"

"جعفر کامیاب اور بدنام بزنس مین ہے، انس کی اپنی فرم ہے وہ اکیلا ہے جس نے گریجویشن مکمل کیا تھا، جاوید مڈل ایسٹ میں کہیں ہے اور مبین۔ وہ اپنے علاقے کا رابن ہوڈ ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"اسی سے میرا رابطہ ہے۔ مبین وہ فلمی غنڈہ ہے جس کے پاس سیاست دان سے لے کر عام سا بندہ بھی اپنا کام نکلوانے ہاتھ جوڑ کے جاتا ہے، اس کی سب جگہ پہنچ اور پہچان ہے۔ گڈو کو اس نے ہی میرے پاس کام کے لیے بھیجا تھا۔ وہ پوری کوشش کرتا ہے پھر کوئی مبین اور حسن اپنی بے وقوفی کی وجہ سے جیل نہ جائیں۔"

"ویسے یہ اچھے نتائج بھی ہیں اس ٹریجڈی میں۔"

"اچھا یا برا جو بھی ہو اپنے کیے کے نتائج سب کو بھگتنے ہوتے ہیں اور یہ ہر ذی نفس کے کردار اور سوچ پر منحصر ہوتا ہے کہ یہ اس پر کیسے اثر کرتے ہیں۔ تھک ہار کر خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ دینا کہ وہ جا ہے جدھر لے جائیں، یہ آسان آپشن سب کے پاس ہوتا

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

ہے پھر بھی کچھ ہوتے ہیں جو وقت کا دھارا اپنی مرضی سے موڑنے کی سعی کرتے ہیں، اس میں ہر بار کام یابی ملے یہ ضروری نہیں مگر میں اس معاملے میں خوش نصیب رہا کہ بڑے ابا نے ساتھ دیا اور دیر سے سہی ابا! میرا سہارا بنے۔ اگر انہوں نے اعتبار نہ کیا ہوتا تو میں آج بھی کہیں چند ہزار کی چھوٹی موٹی نوکری کر رہا ہوتا۔ آج کالونی میں جو دو چار مجھ سے سیدھے منہ بات کرتے ہیں وہ میری حیثیت اور کام یابی کی وجہ سے ہے، اکثریت کا یہی معیار ہے عزت دینے کا۔" وہ تلخ سی بات کہہ رہا تھا مگر اس کا لہجہ عام سا تھا۔ اتنے سالوں نے اسے عجیب سا تحمل اور بردباری عطا کی تھی۔

وہ اس کے لیے بچھا جا رہی تھی اور خوش کن الفاظ کہنا چاہتی تھی لیکن کیا اور کیسے کہے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"کاش حسن میرے خیال اور جذبات محسوس کر سکے!" کتنی بار اس نے سوچا۔

"اب سو جاؤ، کافی کہا ہو گئی کہانی۔" اسے یوں چپ دیکھ کر حسن نے کہا۔

"مجھے نہ بور کرو گی نہ کبھی۔" وہ واپس لیٹ گئی۔

"تمہاری تعریف کرنا چاہتی ہوں مگر کیسے کروں سمجھ میں نہیں آ رہا۔" وہ بے ساختہ ہنسنے لگا۔

"یہ کہنا بھی تعریف سے کم نہیں۔"

"لیکن مجھے پراپر تعریف کرنا تھی۔"

"میں اسے ہی پراپر تعریف تسلیم کر لیتا ہوں۔"

"تھینک یو۔"

"ارے! تعریف پر شکریہ مجھے ادا کرنا چاہیے۔"

"یہ چھوڑو، آج کا شعر سنا دو، اب نیند آ رہی ہے۔"

"آج کا شعر؟" اس نے کتاب اٹھا کر کھولی۔ کچھ اوراق پلٹنے کے بعد رک گیا۔

"وروِن آنند کا شعر سنو۔"

ملے تجھ سے تو دنیا کو کہانی لکھ دیا ہم نے
وگرنہ کب سے اس کو بے معنی لکھ رہے تھے

[illegible]

خوبصورت انداز میں پڑھتا تھا۔

"کیا ہوا اچھا نہیں ہے؟" اس کی خاموشی پر اس نے پوچھا۔

"جس انداز سے شعر سناتے ہو لگتا تو نہیں اس معاملے میں بدذوق ہو۔"

"شاید اس لیے کہ یہ میرے جذبات کی ترجمانی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔" اس کے الفاظ اور مسکراہٹ دونوں سحر انگیز تھے۔ عزہ کے اندر کوئی احساس کسمسایا تھا۔

"گڈ نائٹ۔" اس نے کہتے ہوئے چادر چہرے پر لے لی۔

"گڈ نائٹ۔" حسن نے کتاب رکھ کر بتی بجھا دی۔

☆☆☆

وہ اندر جانے سے پہلے دروازے میں کھڑی اندر کے حالات کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ پنجوں کے بل اچک کر جھانک کر دیوار کا آخری سرا دیکھنے کی کوشش [illegible]

رازداری سے پوچھا۔

"ہے اندر؟"

وہ اس بری طرح ڈر کر اچھلی [illegible] نہ ہوتا تو گر جاتی۔

"تم تو ایسی کوششیں نہ کرو، وہ دو حشرات الارض میری موت کے لیے کافی ہیں۔" اس نے ناراض لہجے میں کہا۔

"عرصے بعد زندہ ہونے کے احساس، جینے کی خواہش سے تعارف ہوا ہے پھر کیسے ایسی کوشش کر سکتا ہوں۔" اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ دور کیا۔

وہ اس کے سنبھالنے پر اتنی نہیں گڑبڑائی تھی جتنا اس کے جملے پر۔

"بڑی دشمن کھڑکی پر ہے تو۔" اس نے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم بیٹھو آج میں بناتا ہوں۔" وہ اندر چلا گیا۔

[illegible] پہچے پا لیا۔

"او کے۔"

رخسانہ خالہ آئیں جب وہ ہال میں بیٹھی بظاہر اخبار پڑھ رہی تھی جب کہ ذہن میں ذرا دیر پہلے والے جاذبے کا ریوائنڈ بٹن دب گیا تھا۔ حسن ناشتے میں جانے کیا بنا رہا تھا۔

"شادی کے بعد بھی تم ہی کام کر رہے ہو بھیا؟" انہوں نے اندر جا کر پوچھا۔ عزہ کے کان کھڑے ہو گئے۔

"شادی اس لیے تو نہیں کی تھی کہ کام سے جان چھوٹے۔"

"ہاں شادی تو بس اتفاق سے ہو گئی۔" رخسانہ خالہ اس وقت نوے فی صد دنیا کی نمائندہ تھیں۔

"شادیاں اتفاق سے نہیں قسمت سے اور جہاں لکھی ہو وہیں ہوتی ہیں۔" وہ کچھ کہتیں اس سے پہلے حسن نے کہا۔

"آپ پہلے امی کا کمرہ صاف کر دیں تب تک ناشتہ ہو جائے گا تب برتن اور باقی کمرے کر دیجیے گا۔"

پھر رخسانہ خالہ کی آواز نہیں آئی۔ ذرا دیر بعد وہ [illegible] فیروزہ کے کمرے میں چلی گئیں۔

"مجھ سے کیا دشمنی ہے ان کی۔" اس نے سوچا۔

"یا نہیں کم ہی کام والیوں کو بھاتی ہیں خاص طور پر اس وقت جب مالک انتہائی رحم دل اور نرم مزاج ہو۔" "آ جاؤ۔"

حسن اسے آواز دیتا باہر آیا۔

"جانے سے پہلے اسے کچن بند کر دینا۔" وہ اخبار رکھ کے میز پر آئی۔

"جو حکم۔"

"اندر آتی کہاں سے ہے وہ؟ وہ جگہ ڈھونڈ کر اس کا راستہ ہی بند کرو۔" "وہ اسے باہر کر کے ساری کھڑکیاں بند رکھتے تھے پھر بھی وہ دوبارہ آ جاتی تھی۔"

"شاید چھت اور دیوار کے بیچ کوئی چھوٹا سا سوراخ ہے کیونکہ اور تو کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"تو اسے بند کر دو پلیز۔"

"اسے ڈھونڈنا اصل ٹاسک ہے، کسی دن اس راستے میں پکڑی جائے تب ہی پتا چلے گا۔"

"یعنی تب تک کچھ نہیں ہو سکتا؟" وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ حسن نے مایوسی سے اقرار میں سر ہلایا۔

"یا اللہ۔"

"شروع کرو۔" حسن نے مکھن لگے ٹوسٹ اور چائے کا کپ اس کے آگے کیا۔

ابھی اس نے کپ اٹھایا ہی تھا کہ فون بجنے لگا۔ حسن نے نمبر دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔

"آپی ہیں، ابھی آیا۔" وہ فون لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کی چائے ختم ہوئی تب وہ واپس آیا۔

"کیا کہہ رہی تھیں؟" اس نے یونہی پوچھ لیا۔

"کچھ خاص نہیں، امی کا پوچھ رہی تھیں۔"

"انہیں شادی کا علم ہے؟"

"ہاں اسی دن بھائی نے فون کر کے بتا دیا تھا۔"

"پھر؟" اس کے سوال پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مطلب انہوں نے کچھ کہا نہیں، یعنی وہ خوش ہوئیں یا ناراض یا۔"

"انہوں نے صرف اتنا کہا کہ بھائی نے تمہاری شادی کا بتایا اور بس۔" وہ پوچھ کر پچھتائی۔

"چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے، میں گرم کر کے لاتی ہوں۔" کرسی چھوڑ کر وہ اس کے آگے سے مگ اٹھا کر اندر جانے لگی تھی کہ دروازے پر رک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو حسن مڑ کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جاؤ جاؤ" وہ پھولے منہ کے ساتھ واپس آئی مگ اس کے آگے رکھا اور دھپ سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اب یہ مجھے اچھی بیوی بننے سے بھی روک رہا ہے۔"

"ہاہاہا۔"

رخسانہ خالہ ہال میں آئیں تو سامنے کا منظر

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

انہیں خطرے کی سرخ بتی کی طرح جلتا بجھتا محسوس ہوا۔

ایک سست اور کام چور بیوی کے ساتھ پھنسا تھا! جورو کا غلام قسم کا مالک ان کے لیے اچھی خبر نہ تھی۔

اس رات عزنہ کے کہے بنا اس نے شعر سنایا تھا۔

دیکھنے کے لیے سارا عالم بھی کم
چاہنے کے لیے ایک چہرا بہت

اسعد بدایونی

☆☆☆

اس دن کے بعد بھی روحان موقع ملنے پر اندر جھانک لیتا تھا۔ بہن کے ساتھ ہوتا تو ادھر آنے کی غلطی نہیں کرتا تھا۔ محلے میں کھیلنے جاتا تب یا مدرسے اور ٹیوشن کو آتے جاتے وقت وہ اس کے پاس آتا تھا۔ ان دونوں میں جملوں کے تبادلے کے ساتھ ساتھ اب چاکلیٹ اور دیگر چیزوں کا لین دین بھی ہونے لگا تھا۔ پھر ایک دن وہ اسے دادی کے کمرے تک بھی لے گئی۔ بچہ انہیں اس حال میں دیکھ کر سہم گیا تھا۔ عزنہ نے اسے سمجھایا کہ دادی بیماری کی وجہ سے اس حال میں ہیں، وہ دعا کرے گا تو جلد اچھی ہو جائیں گی۔ اگلے دو دن بعد جب وہ آیا تو اس نے بڑے جوش میں بتایا کہ وہ دادی کے لیے دعا کرنے لگا ہے۔ وہ اپنی اس چھوٹی سی کامیابی پر بڑی خوش تھی لیکن اس نے ابھی حسن کو اس خوش آئند تبدیلی سے بے خبر ہی رکھا تھا۔

وہ گھر گئی تو وہاں وقفے وقفے سے کسی نہ کسی کو پھر اس کی شادی کی جلد بازی اور غلط فیصلے کا افسوس ہونے لگتا تھا۔ اس کے آنے کی خبر ہوتے ہی مبینہ آپا بھی آجاتی تھیں اور ان کا تو یہ پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ایک مشکل اور نازک وقت میں ان کی عزت رکھنے اور بچانے والا ان کی نظروں میں عزت دار نہیں تھا۔ وہ سب سے ناراض ہو کر جلد گھر واپس آ گئی۔

اتنے دنوں میں حسن کے ساتھ رہ کے اس کو کوئی قابل گرفت بات ہاتھ نہیں لگی تھی۔ بلکہ اسے وہ نرم مزاج، اس جو، شائستہ، اپنی ماں کی فکر کرنے والا ذمہ دار بیٹا لگا تھا۔ وہ اس کا بھی ہر ممکن خیال رکھتا تھا۔ اپنے کام کو پوری سنجیدگی اور محنت سے انجام دیتا تھا۔ اپنے ملازموں کا بھی خیال رکھتا تھا۔ سوچتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اگر حسن کے بھائی اور ان کے بیوی بچے اس کے ساتھ ہوتے تو سب کی زبانوں پر کچھ لگام لگ سکتی تھی۔ وہ یہی سب سوچتی باہر جھولے پر بیٹھی تھی کہ گیٹ کھول کر حسن کی بڑی بھابھی اندر آئیں۔

"السلام علیکم۔" اس نے انہیں سلام کیا۔ تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ابھی ابھی آئے خیال کے تحت اس نے تعلقات استوار کرنے کی پہلی کوشش کی۔

وہ اوپر جانے کے بجائے اس کی طرف آئیں۔ وہ خوش ہوئی۔

"بیٹھیں۔" اس نے دعوت دی۔

"تم میرے بچوں سے کیوں [illegible] کرتی ہو؟" اس تیکھے لہجے اور سوال پر وہ ششدر رہ گئی۔

"آئندہ روحان یا میرے کسی بچے سے بات کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" وہ اسے وارننگ دیتی [illegible] پھر کچھ سوچ کر رک گئیں۔

"شادی کے بعد بھی حسن کے کرتوت نہیں بدلے؟ وہ شائستہ اب بھی آتی ہے گھر میں، بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اس کی اتنی ہمت ہے یا تم بے وقوف اور اندھی ہو؟" اسے لگا اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا ہے۔ وہ صدمے اور بے یقینی کی کیفیت سے باہر نکلی تو وہ جا چکی تھیں۔

"انسان اتنا گھٹیا کیوں ہو جاتا ہے عادتاً، فطرتاً، اپنی اچھائی اور بڑائی کے زعم میں، دوسرے کے کم تر اور برا ہونے کے یقین میں یا اپنے ناپسندیدہ افراد کو دلدل اور کیچڑ میں دیکھنے کی شدید خواہش اسے پستی میں لے جاتی ہے؟ یا کوئی اور جذبہ ہے، جو انسانیت کھا جاتا ہے۔" اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔ اسے ان کی سوچ اور ذہنیت پر افسوس کے ساتھ ساتھ شائستہ اور حسن کا دنیا کی نظروں میں کیا مقام تھا اس اذیت بھرے سچ کا احساس ہوا تھا۔

حسن اسے بتا چکا تھا جب کوئی نہیں ہوتا تھا تب شائستہ اس کی امی کے پاس ٹھہرتی تھی۔ جوان کا فرض تھا، وہ شائستہ نبھا رہی تھی مگر ان کی ہمت یا بے شرمی کہ وہ اسی پر الزام لگا کر جا چکی تھیں۔ وجہ ان دونوں کا ماضی تھا جس کی وجہ سے انہیں لگتا تھا قدرت نے ساری عمر کے لیے انہیں ذلیل کرنے کا حق تفویض کر دیا ہے۔ حالاں کہ ہمارا وجود اور یہ ساری دنیا ہی بشری خطا کا ثبوت ہے، اس بات کی گواہی کہ خطائیں ہمارے انسان ہونے کی ایک نشانی ہے، فرشتوں اور ہمارے بیچ کی تفریق۔ دانش مندی، اعلیٰ ظرفی اور نیک دلی انہیں تسلیم کرنا، معاف کرنا ان سے سیکھ کر آگے بڑھنا ہے اور یہی انہیں اور انسانوں کے بیچ کا فرق بھی۔ ساری دنیا تو ایسی نہیں ہوتی ہوگی جیسے لوگ حسن کے آس پاس تھے، اسے یقین تھا اور یہی وجہ تھی کہ کیوں اسے ہی ایسے [illegible] پاپا اور ان سنگ دل اور [illegible] بھی ایسے ہی تھے۔ وہ اٹھ کے علاوہ اس کے گھر والے [illegible] کر کمرے میں آ گئی اور اسے احساس ہی نہیں تھا کہ وہ تب سے روئے جا رہی ہے۔

حسن آیا تو وہ صوفے پر پیر اوپر کیے گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکائے آنسو بہا رہی تھی۔

"عزنہ!" وہ حیرت زدہ اور فکر مند سا ذرا فاصلے پر اس کے بازو میں بیٹھا تو وہ چونکی اور جھٹ پیر نیچے کرتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"رو کیوں رہی ہو؟ کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے؟"

"سب ٹھیک ہے، بس ایسے ہی۔"

"تم پر ایسی ٹالنے والی باتیں سوٹ نہیں کرتیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں تشویش تھی۔ اسے ایک دم پھر رونا آ گیا۔

"عزنہ! میرے اندر بڑی حسرت تھی کہ امی کے علاوہ کبھی کوئی دوسرا میرے لیے روئے گا بھی یا نہیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کے آنسو اپنی پوروں پر اتارے۔

"اور اس وقت یہ آنسو میری وجہ سے ہیں یہ خیال اس حسرت سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔" عزنہ نے اپنے آنسوؤں سے نم اس کی ہتھیلی دونوں ہاتھوں میں تھامی اور تیزی سے رونے لگی۔ حسن کے لیے یہ پیش قدمی اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ کچھ کہہ نہیں سکا۔ کچھ دیر بعد وہ سنبھل کر چپ ہوئی اور گود میں رکھا اس کا ہاتھ آزاد کیا۔

"آج گھر گئی تھی ناں وہاں سب کی باتیں اور پھر یہاں تمہاری بھابھی سے بات کرنے کی غلطی کر لی۔" وہ سوں سوں کرتے ہوئے کہہ رہی تھی اور حسن کو زندگی میں پہلی بار اپنی قسمت پر رشک آیا۔

"مجھے سب کی ذہنیت پر افسوس اور دکھ تو ہمیشہ ہوتا ہے آج پتا نہیں کیوں برداشت نہیں ہوا۔" وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔

یہ پتا نہیں کیوں ہی سچ کی بات تھی۔

"کون کیا سوچ رہا ہے، کیا بول رہا ہے اب مجھ پر ان سب کا اثر ہوتا ہے نہ کچھ فرق پڑتا ہے، تم بھی ان باتوں کو دل پر نہ لیا کرو، دوسروں کی ذہنیت اور خیالات ہم بدل نہیں سکتے نہ ہی وہ ہمارے دلائل سے قائل ہوتے ہیں۔"

عزنہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہوگا، ایک عمر سہنے کے بعد اس میں یہ پختگی آئی ہے، اس سے پہلے وہ بھی رویا ہوگا، تڑپا ہوگا، دل فگار ہونے کے بعد ہی یہ شعار آیا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"میں تمہیں میرے ساتھ رہنے کی اس قیمت کا ہی اشارہ دے رہا تھا جو اس وقت تمہیں معلوم نہیں تھی۔"

"جو انمول ہو اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔" اس نے بہت دھیرے سے کہا۔ حسن کی آنکھیں تو قابو میں تھیں لیکن عزنہ کو خبر تھی اس کا دل بھر آیا ہے۔

URDUNOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

اپنی کیفیت ظاہر کیے بغیر وہ مسکرا دیا تھا۔
"کتاب میں پڑھ رہا ہوں اور شاعری تم سیکھ گئی ہو۔" اس کی بجھی بجھی سی ہنسی حال سے فیروزہ کے کمرے میں بھی پہنچی تھی اور ان کے پاس بھی تشکر کے اظہار کے لیے بھیگی پلکیں ہی تھیں۔
اس رات اس نے پھر مزنہ کے کہے بنا ہی شعر سنایا تھا۔

وہ ایک شخص کہ آئینہ تر ہے جس کے لیے
زہے نصیب مجھے کتنا دستیاب رہا
عبداللہ فریم

روحان اور اس کی 'چوری چھپی' ملاقاتیں باتیں جاری تھیں۔

☆☆☆

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" بائیک جگہ پر کھڑی کر کے دروازے کی سمت آتے ہوئے اس نے جھولے پر بیٹھی مزنہ سے پوچھا۔
"کچن میں چھپکلی ہے۔" اس نے یوں گھورا جیسے اس کی موجودگی حسن کا قصور ہو۔
"اوہ یہ چھپکلی! آؤ دیکھتے ہیں۔"
"تم دیکھو تمہاری مہمان ہے وہ لیکن پہلے مجھے کچھ کھانے کو لا دو۔"
حسن نے کلائی سامنے کر کے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے دس بج رہے تھے۔ اسے آج دیر ہو گئی تھی۔
تم ابھی تک بھوکی ہو اور امی؟ مجھے فون کیوں نہیں کیا؟"
"آنٹی کو کھانا کھلا دیا تھا۔ اس کے بعد کھانا بنانے گئی تو وہ نظر آ گئی اور فون بھی کچن میں ہے۔" اسے سمجھ میں نہیں آیا اس کا پھولا منہ چھپکلی کے لیے ہے یا اس کے لیے۔
اندر تو چلو، ہال میں نہیں آئے گی۔"
"آ جاتی تو؟" وہ جھولا چھوڑ کر اس کے پیچھے چلنے لگی۔
"کتنا بور ہوئی میں نہ ٹی وی نہ فون۔ میں کہہ رہی ہوں تم سے ہم دونوں ایک گھر میں نہیں رہ سکتیں۔" وہ اچانک پلٹا۔ وہ اس کے قریب تھی، تھوڑا پیچھے ہوئی۔
"کسی ایک کو ہمیشہ کے لیے اس گھر سے جانا ہو گا۔"
"تم سے اچھی تو وہی ہے کم از کم اس طرح دھمکیاں تو نہیں دیتی۔"
"تم۔ تم اس کی سائیڈ لے رہے ہو؟" مزنہ کو چھوٹا سا صدمہ ہی لگ گیا۔
"اس سے بھی پوچھ ہی نہ لوں، تم کیا کہتی ہو چھپکلی بی بی؟"
"بی بی۔؟" اس نے جھرجھری لی۔ "بھوک نے ادھ موا کر دیا اور اس کی اتنی عزت افزائی پر میں کہیں فوت ہی نہ ہو جاؤں۔"
وہ مسکراتے ہوئے پلٹ گیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ حسن باورچی خانے میں چلا گیا۔ کچھ دیر کی کھٹر پٹر کے بعد وہ باہر آیا۔ پلیٹ میں پھولے پھولے آملیٹ کے ساتھ دو پیپر کی رولی رکھی تھی۔
[illegible] سے لے کر فوراً کھانا شروع کیا۔
"یہ کیسے بنایا؟" آملیٹ کا ذائقہ مزے دار تھا۔
"چھپ ڈال کے۔" اس نے کلائی سے گھڑی اتارتے ہوئے کہا۔
"مجھے تو کہیں دکھائی نہیں دی۔"
مزنہ کو تب خیال آیا وہ تھکا ماندہ دیر سے گھر آیا تھا اور اس نے اسے تازہ دم ہونے کا بھی موقع نہیں دیا۔
"کیا ہوا اچھا نہیں ہے؟" اس کے سست ہوئے ہاتھ اور منہ کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔
"بہت اچھا ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور حسن چونکا۔
"آملیٹ۔" وہ سنبھل گئی۔
"ہمم۔" اس کے چہرے پر 'ٹریڈ مارک' مسکراہٹ پھیل گئی۔
"امی کی وجہ سے پیسٹ کنٹرول نہیں ہو سکتا تو پھر تمہاری دشمن سے کیسے چھٹکارا پایا جائے؟"
گھڑی کھانے کی میز پر رکھنے کے بعد اس نے جیب سے موبائل، والٹ اور چابیاں نکالی۔ انہیں میز پر رکھنے کے بعد شرٹ کھینچ کر باہر نکالتے ہوئے وہ اس کی طرف مڑا۔ وہ جو ہاتھ روک کر اسے دیکھ رہی تھی پلیٹ پر جھک گئی۔
"پیار سے سمجھا ہی دو، جس طرح تم اس کی سائیڈ لیتے ہو لگتا تو یہی ہے کہ بڑا یارانہ ہے۔" اس نے جل کر کہا۔
"مزنہ!"
"جی؟"
"تم اس کا ذکر یوں کرتی ہو جیسے وہ تمہاری کیا کہتے ہیں سوتن ہو۔"
"حسن!"
"جی؟"
"اس بکواس پر [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] نہیں۔
"ہمارے بیچ وہ آئی تو بن جاؤں گی۔" پٹ سے کہتے [illegible] احساس ہوا اور وہ دل و جان سے پلیٹ کے لوازمات کی طرف متوجہ ہو گئی۔ حسن اسے بغور دیکھتا رہا، کچھ کہنے کو لب وا کیے پھر ارادہ بدل دیا۔
"میں چینج کر کے کافی بناتا ہوں تم یہیں رکو۔"
وہ میز سے سب اٹھا کر کمرے میں چلا گیا۔
اس کے جاتے ہی مزنہ نے ہاتھ روک کر گہری سانس خارج کی۔ بولنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے والا مقولہ آج سے پہلے اسے کبھی قابل عمل نہیں لگا تھا۔
آج حسن کو بے تحاشہ نیند آ رہی تھی مگر وہ اس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا جس کی فون پر بات ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔
"تم سوئے نہیں؟" [illegible] دیکھ کر اس نے پوچھا کہ وہ نیند سے بے حال نظر آ رہا تھا۔
"تم نیند سے جگا کر شعر نہ پوچھنے لگو اس ڈر سے جاگ رہا ہوں۔"
"میں اتنی ظالم تو بالکل نہیں، اچھا سناؤ جلدی اور سو جاؤ۔"
وہ کمر پر ہاتھ رکھ کے اس کے پلنگ کے قریب کھڑی ہو گئی۔

اسلوب نظر سے میرا مفہوم نہ سمجھے
وہ یار میرا اتنا بھی سادہ تو نہیں ہے
فراست رضوی

آج اس نے کتاب کی طرف دیکھے بنا ہی شعر کہا تھا۔
"اچھا ہے۔" وہ فوراً پلٹ گئی۔ "اب سو جاؤ۔"
حسن مسکراتے ہوئے لیٹ گیا۔ اسے فوراً نیند آ بھی گئی مگر آج مزنہ سو نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆

آج فیروزہ آنٹی کو ہسپتال ڈاکٹر کے پاس لے جانا تھا۔ شام میں حسین پانچ بجے گھر آیا تھا۔ اس کے پیچھے ہی ایمبولینس تھی۔ حسن ان کے ساتھ ساتھ ایمبولینس کا عملہ انہیں اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس تک لے گیا۔ اس کے سامنے یہ سب پہلی بار ہوا تھا۔ دو گھنٹے بعد وہ واپس آئے [illegible] انہیں کمرے میں لا کر بستر پر لٹا دیتے کے بعد چلے گئے۔ حسن جب سے ان کے پاس ہی تھا۔ وہ ان کا کھانا دینے گئی تب وہ انہیں کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہا تھا۔
"میں کھلا دیتا ہوں۔" اس نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لیتے ہوئے کہا۔ وہ اسے پیالہ تھما کر واپس آ گئی۔
چند سیڑھیوں کے فاصلے پر ان کے گھر تھے، سب انہوں نے بھی دیکھا ہو گا ایمبولینس آئی، انہیں اس میں ڈال کر لے جایا گیا پھر وہ واپس آئیں۔ مگر دونوں بیٹوں کے گھر سے کوئی نہیں آیا تھا۔ بھائی ان کے لیے [illegible] تو بارہا ہوتی۔

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

اگر کوئی شکایت رہی بھی ہو تو اس عمر اور بیماری میں کیسی انا اور ناراضی۔

وہ باورچی خانہ سمیٹ رہی تھی تب اس نے حسن کو باہر جاتے دیکھا۔ گیٹ کی آواز نہیں آئی تھی نہ اس نے اسے کچھ کہا تھا یعنی وہ برآمدے میں بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کافی کے دو مگ لیے باہر آ گئی۔ وہ جھولے پر تھا۔

"میرا کھانا بنانے کا دل نہیں کر رہا۔" مگ اسے تھماتے ہوئے وہ بھی جھولے پر بیٹھ گئی۔

"یہ کافی ڈنر ہے؟"

"نہیں، کچھ آرڈر کر دو۔"

"باہر جا کر ہی کھا لیتے ہیں۔"

"آنٹی کو اکیلے کیسے چھوڑیں؟"

"وہ جلد سو جاتی ہیں اور مجھے کبھی کبھی انہیں مجبوری میں اکیلے چھوڑ کر جانا پڑتا ہے، شائقہ کو بلا لیتے ہیں۔"

"ابھی ایسی مجبوری تو نہیں۔" وہ مگ کے ہینڈل میں انگلیاں پھنسائے دونوں ہتھیلیوں سے مگ تھامے تھی۔ اس کی بات پر وہ کچھ دیر چپ رہا پھر کہنے لگا۔

"تمہیں یوں رہنے کی عادت نہیں اور یہاں سارا دن تنہا گھر میں ایک مریض کے ساتھ بند رہتی ہو، تھوڑی آؤٹنگ تو تمہارا حق ہے۔"

"کسی دن سسٹر مارتھا کو اوور ٹائم کے لیے روک لیں گے تب چلیں گے۔" اس نے خوامخواہ 'نہیں نہیں ایسا نہیں ہے۔' کہہ کر اس کی بات رد نہیں کی تھی۔

"او کے۔" کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے ایک دم خیال آیا۔

"کیا کھانا ہے؟"

"پزا۔"

"ابھی وقت ہے، کچھ ٹائم بعد آرڈر کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مزنہ!" کچھ دیر بعد اس نے پکارا۔

"ہوں۔"

"تمہیں نہیں لگتا آج ہم ایک اسٹیپ آگے بڑھ گئے ہیں؟"

"آں۔" وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی، اتنے سنجیدہ ماحول میں اسے یاد آیا تھا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا، اسی مقناطیسی تبسم کے ساتھ۔

"ساتھ ساتھ پاس پاس بیٹھنے والا اسٹیپ۔" وہ پہلی بار اس کے اتنے قریب بیٹھی تھی۔

"ہمم۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے جھولے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ حسن یونہی آگے ہو کر بیٹھا رہا۔ دونوں خاموشی سے کافی پی رہے تھے۔ کوئی اس وقت انہیں یوں اکیلے اکیلے شرماتے مسکراتے دیکھ لیتا تو ان کے ساتھ خود کو بھی احمق محسوس کرتا۔

رات بستر پر جب چادر اوڑھ کر لیٹتے ہوئے اس نے یاد دلایا۔

"آج کا شعر؟" "آج جب [illegible] منتظر تھا۔"

آپ پہلو میں جو بیٹھیں تو سنبھل کر بیٹھیں
دل بے تاب کو عادت ہے مچل جانے کی
جلیل مانک پوری

"اچھا ہے۔" اس نے چادر سر تک کھینچ لی۔ ہر بار میگنیفیسنٹ اسمائل کا نام دینے پر تکیے کو تنے سر سے داد دیتی تھی۔

☆☆☆

عشاء کے بعد پاپا اس سے ملنے آئے تو وہ جو اگلے دن گھر جانے کا سوچ رہی تھی ان کے ساتھ ہی گھر آ گئی۔ وہ حسن سے دو دن رکنے کا کہہ کر آئی تھی۔ مینہ آپا بھی موجود تھیں۔ امیر، حسنہ اور بلال کھانے کے بعد آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ گپیں لگاتے اور اتنے دنوں کی روداد سنتے کھیلتے کودتے بہت دیر ہو گئی تھی۔ بستر پر لیٹتے ہی اس نے وقت دیکھتے ہوئے حسن کو پیغام بھیجا۔

"آج کا شعر؟"

چند پل بعد ادھر سے جواب موصول ہوا۔

وقت دو مجھ پر کٹھن گزرے ہیں ساری عمر میں
اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد
مضطر خیرآبادی

فاصلہ حسن کی اس صلاحیت کا کچھ نہیں بگاڑ پایا تھا جو بس مزنہ کے لیے خاص تھی، اسی پر اثر کرتی تھی۔ اس نے مان لیا کشش صرف اس کی مسکراہٹ میں ہی نہیں تھی۔ مزنہ نے شعر کو سرخ ہارٹ دینے کے بعد نیچے واہ! لکھا۔

"سوئی نہیں اب تک؟"

"ساڑھے بارہ بجے تک تم بھی تو جاگ رہے ہو۔" مزنہ نے سوچا پھر لکھا۔

"بس سونے لگی ہوں۔"

"کل لینے آؤں؟"

"تم بھول گئے میں نے دو دن کہا تھا۔"

"اچھا۔" اس نے بسوری ایموجی کے ساتھ لکھا۔ وہ مسکرا دی۔ اسے یاد تھا پھر بھی۔

"سو جاؤ، تمہیں صبح آفس جانا ہے اور۔ ناشتہ [illegible] ہیں میری۔" یہ عادت [illegible] سلیقے سے جڑی تھی مزنہ کو خوب اندازہ تھا۔

"گڈ نائٹ۔" مزنہ نے لکھا۔

"گڈ نائٹ۔" اس نے شرافت سے جواب دیا۔

فون تکیے کے قریب رکھتے ہوئے آنکھیں موندنے کے بعد بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

پچھلے تجربے کی روشنی میں حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے اگلی صبح کھانے کی میز پر ہی سب سے کہہ دیا تھا کہ اگر پھر کسی نے حسن کے متعلق وہی سب باتیں شروع کیں تو وہ چلی جائے گی۔ اس کی دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ کسی نے پھر ذکر نہیں چھیڑا۔

دن بھر میں حسن اور اس کے بیچ واٹس ایپ پر، اٹھ گئے؟ پہنچ گئے آفس؟ آنٹی کے پاس کون ہے؟ گھر کب جا رہے ہو؟ جیسے سوال و جواب ہوتے رہتے تھے۔ سونے سے پہلے اس نے پھر روز والا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف کے 'ٹائپنگ' پر نظر جمائے وہ پھر ایک نئے اور خوب صورت احساس سے روشناس ہونے کی منتظر تھی۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا کسی کا منتظر رہنا
مگر وہ خوب صورت ہے اسے تاخیر کا حق ہے"
حفیظ صدیقی

شعر پڑھتے ہی اس نے موبائل چہرے پر رکھ کر آنکھیں بھینچ لی تھیں۔

"کیا کہوں؟" اس نے اسکرین سامنے کرتے ہوئے سوچا۔

واہ لکھا پھر رک گئی۔ جیسے وہ سب سمجھ رہی تھی ویسے اسے بھی تو 'جواب' کا انتظار ہوتا ہوگا۔ کچھ دیر کشمکش میں لب کاٹنے کے بعد اس نے لکھا۔

"تم کل شام آ سکتے ہو؟" ابھی اس کے قیام کا ایک دن باقی تھا۔

اس نے فوراً کچھ نہیں لکھا۔

"مزنہ!"

"ہوں" وہ دل و جان سے متوجہ تھی۔

"لیکن تم واقعی خوب صورت ہو۔"

"حسن!"

"کہو۔"

"ایڈونچر کے شوقین نہ ہوتے تو گولڈ میڈلسٹ ہو سکتے تھے!" اس نے بلواسطہ اپنی بات کہنے والے کو بلواسطہ ہی سراہا۔

حسن نے قہقہہ لگاتے ایموجیز بھیجے۔

"آنے سے پہلے میسج کرنا تاکہ میں ریڈی رہوں، گڈ نائٹ۔" اس نے تیزی سے لکھا۔

ادھر سے گڈ نائٹ کی جگہ آج 'سویٹ ڈریمز' کی دعا موصول ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے فون رکھ دیا۔

جانے کا سن کر سب نے مزید رکنے کا اصرار کیا تھا مگر وہ جلد پھر آئے گی کے وعدے پر سب کو مطمئن

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

کر رہی تھی کہ اچانک کامران نے، نئے بزنس سے شراکت دار کے ہاتھ کھینچ لینے کی وجہ حسن سے اس کی شادی اور رشتے داری بتائی تو ماحول میں پھر اچانک سا پیدا ہو گیا۔

"اب رشتے داری ہو گئی ہے تو یہ سب جھیلنا ہی پڑے گا۔" امی کے پر تاسف لہجے پر اسے مزید تاسف نے گھیرا۔

"اچھا ہوتا یہ بات کسی کے علم میں نہیں آتی۔"

"ایسی باتیں بھلا چھپتی ہیں؟" بھابھی نے بھی حصہ لیا۔

"آپ کے بزنس یا اس پارٹنر سے حسن کا کیا لینا دینا؟ وہ تو انوالو نہیں ان سب میں پھر وہ وجہ کیسے ہو گیا؟"

"سزا یافتہ مجرم سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔"

"بھائی! اس کا تعارف صرف اتنا نہیں ہے، وہ ایک ذمہ دار، قابل اور بھروسا مند پروفیشنل بھی ہے۔"

"ایسے لوگوں پر کوئی بھروسا کرنے تیار نہیں ہوتا، یہی سچ ہے۔" کامران نے کہا۔

"یعنی اب ہر ایسی ویسی بات کا ذمہ دار حسن ہوگا؟"

کسی نے کچھ نہیں کہا۔

"واؤ! مجھے یقین نہیں آتا آپ سب ایسا کیسے سوچ لیتے ہیں؟ اس سے غلطی ہوئی، اس نے قبول کی، اس کی سزا بھگتی، دوبارہ پھر غلطی نہیں کی، اپنی زندگی سنوار لی اور کیا چاہیے آپ سب کو؟"

"اس سے ہمیں کچھ نہیں چاہیے اسی لیے ہم سب کو اس وقت پاپا اور بڑے ابا کی مخالفت کرنا چاہیے تھی۔" کامران نے اپنا پچھتاوا بیان کیا۔

"بھائی! سچ کہوں تو مجھے آپ کی اس سوچ پر بہت افسوس ہے۔" اس نے دکھ سے کہا۔

"اب تم اس کے لیے بھائی سے ایسے لفظوں میں بات کرو گی؟" امی نے اس کے لہجے پر نہیں الفاظ پر توجہ دی۔

"امی! وہ میرا شوہر ہے، جس سے مجھے کوئی شکایت ہے نہ تکلیف، میں حسن کے ساتھ اس گھر میں خوش ہوں، مجھے اس کے لیے غلط سلط الفاظ اور فضول الزام برداشت نہیں ہوتے، اتنی سی بات آپ سب قبول کیوں نہیں کر لیتے؟"

"ہم سب تمہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے یہ بھی جانتے ہیں کہ تمہاری باتوں میں سچ کتنا ہے۔ تمہیں ہر حال میں اپنے فیصلے درست ثابت کرنے کا خبط ہے، اب بھی اسی فراق میں اس جیسے انسان کے ساتھ نبھانے کی فکر میں ہو۔" امی کے لہجے میں بیٹی کی محبت کے ساتھ ساتھ، اداسی بجی تھی اور آج صحیح معنوں میں اس کے سر پر آسمان گرا تھا۔ جس عادت کو وہ اپنی خوبی سمجھ کر اتراتی آئی تھی، اس کی وہ ہی عادت گھر والوں کو اس کا سچ قبول کرنے سے روک رہی تھی۔

"تو آپ سب یہ بھی تو جانتے ہیں کہ میں غلط، جھوٹ اور دوغلا پن برداشت نہیں کرتی ہوں، اگر حسن میں کوئی قابل گرفت بات ہوتی تو میں اسے ڈیفینڈ نہیں کرتی۔" آگے آ کر صوفے سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

"آپ سب کو جب میری باتوں کی سچائی اور حسن کی اچھائی کا یقین آ جائے اب تب ہی مجھے بلائیے گا۔" دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ وہ جانے کب سے دروازے میں کھڑا تھا۔ اسے یوں بت بنی دیکھ کر سب نے دروازے کی سمت رخ کیا۔ کوئی کچھ کہتا اس سے پہلے ہی مزنہ ہوش میں آ کر آگے بڑھی اور حسن کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گئی۔

امی اس کے پیچھے جانے لگی تھیں کہ کامران نے روکا۔

"ابھی اسے جانے دیں امی۔" امی واضح طور پر پریشان نظر آ رہی تھیں۔ انہیں فکر لاحق ہوئی حسن نے سن لیا ہے اور اب ان کی لاڈلی اسی کے ساتھ تھی۔

گیٹ سے نکل کر جانے کتنی دور آنے کے بعد وہ چونک کر رک گئی۔

"کیا ہوا؟" حسن نے پوچھا۔ وہ اب بھی اس کی ہتھیلی تھامے ہوئے تھی۔

"تم بائیک سے آئے ہو گے؟"

"ہاں۔" اس نے پلٹ کر دیکھا، وہ گھر سے بہت دور تھے۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس نے پھر رخ حسن کی سمت کیا اور احساس ہوتے ہی اس کا ہاتھ آزاد کیا۔

"بائیک کوئی لے آئے گا، آج پیدل ہی چلتے ہیں۔"

"گھر نہیں کہیں اور چلو۔"

"کہاں؟"

"کہیں بھی، تمہاری کسی فیورٹ جگہ۔"

"میری فیورٹ جگہ؟"

"ہمم۔"

"تھک جاؤ گی۔"

"بالکل نہیں ہوں گی۔" وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ حسن اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔ اچھا خاصا چلنے کے بعد اپنے آفس کے سامنے رکتے ہوئے حسن نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔

"یہ ہے میری فیورٹ جگہ۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا جو حیران تھی۔

بورڈ پر 'فیروزہ ڈرائیونگ اسکول' لکھا تھا۔ آفس کھلا تھا، وہ اندر بڑھا تو وہ بھی پیچھے آئی۔ آفس ایک بڑے سے کمرے پر مشتمل تھا۔ باہر کی شیشے کی دیوار اور دروازے کے ساتھ ساتھ اندر کی دیواروں پر بھی ڈرائیونگ اور ٹریفک رولز کے پوسٹر اور اسٹیکرز لگے تھے۔ فریم شدہ ڈرائیونگ اسکول کا رجسٹریشن اور دیگر سرٹیفکیٹس بھی تھے۔ بڑی سی میز پر ڈیسک ٹاپ کے علاوہ ڈھیروں کاغذات اور فائلیں رکھی تھیں۔ اس کے پیچھے گھومنے والی کرسی تھی۔ دیوار سے لگ کر چار کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک طرف ٹریفک سگنل کا ورکنگ ماڈل تھا۔

اندر گڈو تھا۔ جو کرسی پر بیٹھا کتاب کھولے پڑھ رہا تھا۔

"کچھ بھول گئے تھے؟ ارے" اسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ "بھابھی بھی آئی ہیں۔" اس کی باچھیں کھل گئیں۔

"کیسے ہو گڈو؟"

"ایک دم فٹ۔" وہ کرسی چھوڑ کر باہر نکلا۔

"ہم پیدل چل کر آئے ہیں۔" حسن نے میز سے ریموٹ اٹھا کر اے سی آن کیا۔

"کچھ لے آؤ ٹھنڈا سا۔" اس نے والٹ سے نوٹ نکال کر اسے تھمایا۔

"بائیک خراب ہو گئی؟"

"نہیں، اطہر آئے تو اسے چابی دے دینا، میں ایڈریس میسج کر دیتا ہوں وہ گھر چھوڑ جائے گا۔" اس نے جیب سے چابی نکال کر میز پر رکھی۔

"اور اب جاؤ حلق سوکھ رہا ہے۔" اسے تفصیل چاہیے تھی مگر بھابھی کا لحاظ اور خیال کرتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔

"بیٹھو۔" وہ دیوار سے لگی ایک کرسی پر ٹک گیا۔ کمرے کا جائزہ لیتی وہ ہینڈ بیگ میز پر رکھتے ہوئے اس کے پیچھے 'باس' والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"فیورٹ ہونے کی وجہ بھی بتا دو۔"

"کئی ریزن ہیں مگر سب سے اہم یہاں ابا نے مجھ سے کہا تھا تم نے مجھے مایوس نہیں کیا، اس دن وہ پہلی اور آخری بار بڑے ابا کے ساتھ یہاں آئے تھے۔" اس کے چہرے پر ایک اداس مگر مطمئن سا تبسم تھا۔

"یہ سچ میں بہت اچھی بات ہے کہ انکل آخر میں تم سے خوش اور راضی تھے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہاں کی پابندی اور مصروفیت نے مجھے فضول سوچوں اور فضول لوگوں سے بھی دور رکھا۔" تب ہی گڈو بھاگتا ہانپتا واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں دو کوک کے ٹن تھے۔

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
CS Scanned with CamScanner

"تھینک یو۔" اس نے گڈو کے ہاتھ سے ٹن لیتے ہوئے کہا۔
"اپنے لیے نہیں لائے؟" حسن نے پوچھا۔
اس نے انکار میں سر ہلایا اور میز سے اپنی کتابیں اٹھانے لگا۔
"کیا پڑھ رہے ہو؟"
"گڈو نے اس سال فارم بھرا ہے، وہ دسویں کے ایگزامز کی تیاری کر رہا ہے۔"
"ارے واہ! بہت اچھی بات ہے، آل دا بیسٹ۔"
"تھینک یو۔" وہ کھل اٹھا تھا۔

☆☆☆

رات کسی پہر اس کی آنکھ کھلی اور کروٹ بدلتے ہوئے اسے فرش پر کچھ بھاگتا نظر آیا۔ وہ جھٹ اٹھ بیٹھی۔ آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر اسے دوبارہ دیکھنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ نیند بہت آ رہی تھی ساتھ ہی اس نادیدہ چیز کے کاکروچ ہونے کا خیال سونے بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے نائٹ بلب کی روشنی میں دور بے خبر سوئے حسن کو دیکھا۔ نیند سے زیادہ عزیز اسے کچھ نہ تھا۔ اس نے تکیہ اور چادر اٹھائی اور بھاگ کر حسن کے پلنگ پر بیٹھ کر پیر اوپر کر لیے۔ تکیہ سرہانے رکھا اور سر رکھتے ہی آنکھیں بند ہو گئیں۔
حسن کی آنکھ کھلی، اس نے سستی سے کروٹ لی اور سانس رک گئی۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ شانے تک چادر کھینچ کر سوئی مزنہ کی پشت اس کی طرف تھی۔ وہ احتیاط سے اٹھ بیٹھا۔
مزنہ جاگی تو دور نظر کے سامنے اپنا پلنگ تھا۔ اسے رات کی وہ نادیدہ مخلوق یاد آئی۔ اس نے حرکت کیے بنا آنکھیں گھما کر جائزہ لینے کی کوشش کی۔
"حسن ابھی اٹھا نہیں ہے۔" اس نے خود کو یقین دلایا اور بنا آواز کیے آہستہ سے اٹھی۔ چادر ہٹاتے ہوئے پیچھے دیکھا۔
"ساری آپس پھلانگ کر یہاں تک آ گئی تھیں تو مجھے جگا بھی دیتیں۔" وہ ٹیک لگائے بیٹھے پر ہاتھ باندھے بیٹھا تھا۔ ساری احتیاط چادر کے ساتھ دور پھینکتے ہوئے وہ پوری اس کی طرف گھومی۔
"کاش میں اس بیڈ سے اس بیڈ پر چھلانگ لگا کر — میں ہی جانتی ہوں۔" اس نے بڑے فخر سے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "وہاں سے یہاں تک کیسے آئی تھی۔"
"لیکن کیوں؟" اس نے گردن ترچھی کرنے کے ساتھ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے مشکوک انداز میں پوچھا۔
"فرش پر کچھ دوڑ رہا تھا۔"
"تمہارا وہم!"
"جی نہیں، تمہارے پالتو کاکروچ۔"
"خیال خام!"
"خوف کے مارے فوت ہو جاتی اپنے بیڈ پر جب سمجھ میں آتا تمہیں۔"
"ناممکن مادام!" وہ جس طرح مسکرا رہا تھا، مزنہ نے پہلے لب بھینچے پھر سرد آہ بھری۔
"یعنی تمہیں میری ذرا فکر نہیں؟"
"سراسر الزام!"
وہ زچ ہو کر پلنگ سے اتر گئی۔ [illegible] آواز پر وہ چیخ مار کر پیر سمیٹ کر پھر پلنگ پر چڑھ گئی [illegible] تھی کہ حسن کے قہقہے پر دانت پیستے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا اور اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی۔
"میں پیسٹ کنٹرول کے لیے کسی جگاڑ کا سوچ رہا تھا۔" بند دروازے کے قریب حسن کی آواز ابھری۔
"لیکن آج کے بعد سے یہ 'پالتو' مجھے بڑے عزیز ہو گئے ہیں۔"
اندر ٹوتھ برش پر ٹوتھ پیسٹ پھیلاتے ہوئے وہ مسکرا دی۔
اسے ابھی سے آج رات والے شعر کا انتظار تھا۔ اس نے بھی شاید تلاش بسیار کے بعد وہ شعر چنا تھا۔

آنکھوں میں خیالات میں سانسوں میں بسا ہے
چاہے بھی تو مجھ سے وہ جدا ہو نہیں سکتا
وسیم بریلوی

اچھی بات تھی کہ کمرے میں روشنی کم ہوتی تھی ورنہ مزنہ کے لیے روز ایک مشکل ہوتی۔
"اچھا ہے۔" اسے کچھ تو کہنا تھا۔
"ہم، اچھا ہے۔" حسن نے دہرایا۔

☆☆☆

"السلام علیکم۔"
"ارے! آج تو بڑے لوگ آئے ہیں۔" شائقہ نے خوش دلی سے کہا۔
"آؤ بیٹھو۔" وہ اسے لے کر ہال میں آ گئی۔
"کہاں ہیں سب؟" اس نے گھر کی خاموشی پر سوال کیا۔
"شافیہ کالج گئی ہے، امی اندر ہیں۔"
"شارقہ نہیں جاتی کالج؟"
"گریجویشن کے بعد اب وہ جاب کرتی ہے۔"
"آپ کیوں نہیں کرتیں جاب؟" اس نے جیسے بات میں [illegible] سارا دن کی فراغت بھی تو درد سری تھی۔
"آپ بھی تو شاید گریجویٹ ہیں۔"
"ہاں، میں نے اوپن یونیورسٹی سے کیا تھا۔ کچھ دن کی [illegible] سب کو اب [illegible]" اس نے ایک لمبی سانس اندر لی۔ [illegible] کا ڈر ہے، بس گھر میں قید [illegible] ان کا کام [illegible] کے مطابق دنیا [illegible] ہوں تو ان [illegible]
"اچھا" اچانک اسے گڈو کا خیال آیا۔ "گڈو اس سال میٹرک کے امتحان کی تیاری کر رہا ہے، آپ اس کی کچھ ہیلپ کر سکتی ہیں؟ میں نے کوشش کی لیکن پڑھانا میرے بس کا نہیں۔"
"فارغ ہی ہوتی ہوں دن بھر، بھیج دینا۔"
"تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔"
وہ نہ نہ کرتی رہی مگر شائقہ نہ مانی۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی امی آ گئیں۔
"کیسی ہیں آپ؟" اس نے سلام دعا کے بعد پوچھا۔
"بس اللہ کا کرم ہے۔ کب سے تمہارے پاس آنے کا سوچ رہی تھی۔ تم آتی ہو تو بھی موقع نہیں ملتا ہے۔"
"کوئی کام تھا تو شائقہ آپی سے کہہ کر مجھے بلا لیا ہوتا۔"
"تمہارا شکریہ ادا کرنے کا بہت ضروری کام بیٹا، جو خود تمہارے پاس آ کر کرنے والا ہے۔"
"نہیں آنٹی! یہ تو کوئی کام ہی نہیں۔" مزنہ مسکرائی مگر وہ خلا میں دیکھتی کہیں کھوئی سی تھیں۔
"اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں نے شائقہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اس وقت وہ نادان اور نا سمجھ تھی اسے اس وقت میری سب سے زیادہ ضرورت تھی مگر میں نے اپنے باقی بچوں کو اس کے اثر اور ایسی کسی غلطی سے بچانے کی فکر میں اسے ایک دم اکیلا کر دیا۔ مجھے لگتا تھا اس کے ساتھ نرمی یا اچھے سلوک سے چھوٹوں کو بھی شہ ملے گی۔ میں اٹھتے بیٹھتے اسے باتیں سناتی تھی، طنز کرتی تھی، بہت سخت اور برے الفاظ استعمال کرتی کہ باقی یہ سب دیکھ اور سن کر ڈر جائیں، میرے اس برتاؤ نے ان کے دل سے بڑی بہن کی عزت اور رتبہ ختم کر دیا، ان کا رویہ بہن کے ساتھ حقارت بھرا ہوتا گیا۔ گھر والوں کا یہ سلوک دیکھ کر باہر والوں کو حوصلہ ملا۔ انہوں نے بھی شائقہ کو پاؤں کی جوتی سمجھ لیا۔ مجھے صرف بچوں کو ہی نہیں دیکھنا تھا دور بیٹھے شوہر کو بھی منانا تھا، ثابت کرنا تھا کہ میں بری ماں نہیں ہوں، انہوں نے سارا الزام میرے سر رکھ دیا تھا کہ میں ان کے پیچھے نہ بچوں کی تربیت کر سکی نہ ذمہ داری نبھا پائی اور نہ بچوں پر نظر رکھ سکی۔ اب وقت گزرنے کے بعد لگتا ہے میں اسے مختلف طریقے سے سنبھالتی تو چھوٹے بچوں کے ساتھ ساتھ شائقہ کو بھی سنوار سکتی تھی اور کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ میری بیٹی۔" وہ رونے لگیں پھر جلد سنبھل کر کہنے لگیں۔
"ماں اپنی اولاد کی غلطی اور لغزش پر اس کے ساتھ چاہے جیسا سلوک کرے مگر دوسروں کو اسے روندنے کا موقع، ہمت اور اجازت کبھی نہیں دینی چاہیے، میں یہ نہ کر سکی بلکہ میں تو اب تک بے اعتبار ہی تھی، اپنی بیٹی کو نہ تب جان سکی تھی جب وہ بھٹک گئی

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

تھی نہ اب سمجھ سکی جب ہی تو زینت کی بات پر یقین بھی کر لیا تھا" پھر ان کے آنسو چھلک پڑے۔

"آنٹی! اب تو آپ کو شائستہ آپی پر بھروسا ہے، جو بہت پہلے ہونا چاہیے تھا وہ آپ اب کریں اور جو انہیں الٹا سیدھا کہے وہیں اس کا منہ بند کر دیں۔" اس کی آواز میں جوش تھا۔

معراج نے سر ہلا کر آنسو خشک کیے۔ چائے لیے دروازے کے اس طرف کھڑی شائستہ بھی آنکھیں پونچھ کر اندر داخل ہو گئی۔ بڑے ابا نے کہا تھا کہ مدثر کے سامنے وہ اس کا فیصلہ سنائیں گے مگر وہ نہ ان کے سامنے آیا نہ کوئی فیصلہ صادر ہوا تھا۔ اس وقت اپنی ماں کی باتیں سن کر اسے اب ایسے کسی فیصلے کی حاجت بھی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

رات کسی کے بری طرح دروازہ پیٹنے پر ان دونوں کی آنکھ کھلی تھی۔ حسن فوراً باہر نکلا۔ دروازے پر گھبرائی بوکھلائی چھوٹی بھابھی کھڑی تھیں۔

"ساجد کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے اور جاذب بھائی کی فیملی بھی گھر پر نہیں ہے پلیز۔" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر جا رہا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آیا تو وہیں کھڑی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ نیم بے ہوش سے ساجد کو اٹھائے نیچے اترا اور ان کی کار میں ڈال کر اسپتال لے گیا۔ بھابھی بھی اس کے ساتھ تھیں۔ دونوں نے جلد بازی میں اس سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ وہ دوسری منزل پر چلی آئی۔ جہاں بڑی بیٹی ایک طرف بیٹھی رو رہی تھی۔ چھوٹا ابوذر اور شہلا سو رہے تھے اس نے قریب بیٹھ کر تسلی دی تو وہ اسے پر امید نظروں سے دیکھنے لگی۔

حسن صبح واپس آیا۔ جب تک وہ تینوں بچوں کو نیچے لے آئی تھی۔ بروقت علاج نے انہیں اسٹروک سے بچا لیا تھا۔ ان سب نے ساتھ میں ناشتا کیا۔ بچے باپ کے متعلق حسن سے سوال کرتے رہے۔ حسن چلا گیا تو کچھ جھجکتے ہوئے باری باری وہ سب دادی کے کمرے کا چکر بھی لگا آئے تھے جن کی آنکھوں میں پھر نم سی روشنی جھلملانے لگی تھی۔ دو دن بعد جب ساجد کو اسپتال سے چھٹی ملی اس دن جاذب بیوی بچوں کے ساتھ لوٹا تھا۔ وہی عمارت تھی اور وہاں کے مکینوں کا وہی معمول لیکن دوسری منزل والوں کے دل اب پہلے سے نہیں تھے۔ بچے اب آتے جاتے ہوئے باتیں کرتے تھے۔ کبھی رک جاتے تھے چھوٹی بھابھی بھی اسے دیکھ کر مسکرا کر سلام کا جواب دینے لگی تھیں۔

☆☆☆

آج پھر باورچی خانے سے چھپکلی بھگانے کے معرکے کے بعد وہ دونوں چائے کے مگ لیے جھولے پر بیٹھے تھے۔

"تمہیں بھی تو کسی چیز سے ڈر لگتا ہوگا؟" مزنہ کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تو جھوٹ ہے سب ہی کو کسی نہ کسی کیڑے مکوڑے یا جانور سے ڈر لگتا ہے۔"

حسن نے جس طرح سر جھٹک کر جھرجھری لی [illegible]

[illegible] اس نے [illegible] آنکھیں [illegible]

وہ چپ رہا۔

"اب کہہ بھی دو۔"

"مکڑی۔"

"ہاہاہا وہ بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟"

"ہاہاہا۔ چھپکلی بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے!" اس نے نقل اتاری۔

"ہماری شادی میں سیریس کرائسس نا تمہاری چھپکلی کی طرف داری سے ہی آئے گا۔" اس نے بیک وقت یقین اور کچھ مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ابھی شادی ہی سیریس کہاں ہوئی" احساس ہوتے ہی وہ رک گیا۔

مزنہ کے تاثرات ایک پل میں صدمے میں ڈھل گئے تھے۔ حسن کو بہت افسوس ہوا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا، غلط الفاظ بول گیا، سوری۔" مزنہ نے اس سے نظر ہٹا لی تھی۔ ایک دم آنکھوں میں اکٹھا ہوتے آنسو اسے ششدر کر گئے تھے۔ اس پر چاہت پر وہ کم حیران نہ تھی اس پر افشا ہوا تھا۔ حسن کے سامنے ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر جانے لگی کہ حسن نے اس کی کلائی تھامی۔

"مزنہ!" وہ پلکیں جھپک کر عیاں ہو چکا راز چھپانے کی سعی کر رہی تھی۔

"میں نے غلط کہا، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، ابھی بھی نہیں سوری ریئلی سوری۔" وہ اس [illegible] دل میں [illegible] ملال سے جو بندہ تھا۔ مزنہ نے دیکھا۔ اس کے چہرے پر افسوس تھا، آنکھوں میں [illegible] اور اس کا ہاتھ تھامے اسے روکے ہوئے تھا۔ [illegible] نے کلائی چھڑائی اور انگلیاں آنکھوں پر رکھ کے [illegible] کرتے ہوئے پھر بیٹھ گئی۔

"تم بے لطف ڈیپلیز بدذوق روز اشعار سنا [illegible] ہو، ہمیں چھپکلی اور کاکروچ برداشت کر رہی ہو، پھر بھی [illegible] ہماری شادی سیریس نہیں لگتی [illegible]" اس نے [illegible] لہجے میں شادی کے [illegible]

[illegible] پھر پورا انداز میں ہنس دیا۔

"واقعی! یہ کافی سیریس ثبوت ہیں۔"

"اور نہیں تو!"

"ویسے ہم اس سیریس شادی کے کس اسٹیج یا اسٹیپ تک پہنچے ہیں؟"

"شادی کو سیریس سمجھنے والی اسٹیپ تک۔"

"نیکسٹ اسٹیپ؟"

"وہ میں کیسے بتا سکتی ہوں؟"

"اب تو تم ہی بتا رہی ہو۔"

"تو پھر اب آگے تم بتانا۔"

"میں؟"

"جی آپ۔"

"کب بتاؤں؟"

"جب نیکسٹ اسٹیپ پر پہنچ جائیں تب۔"

"تب کیا بتاؤں؟"

"یہ کہ وہ کون سا اسٹیپ ہے۔"

"اوکے۔"

وہ جو کئی دن سے سوچ رہی تھی آج اسے موقع مل ہی گیا۔ رات وہ کمرے میں آئی تو حسن کپڑے تبدیل کرنے غسل خانے میں تھا۔ اس نے اس کے سرہانے رکھی کتاب اٹھا کر کھولی۔ ورق گردانی کرتے ہوئے وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کا شک درست تھا حسن کے سنائے سارے اشعار کتاب میں چھپے ہوئے نہیں تھے۔ کچھ اشعار اس نے پین سے یہاں وہاں لکھ رکھے تھے جن میں سے کچھ سنا چکا تھا کچھ نہیں۔ آخری صفحے پر پین سے لکھے شعر کے گرد بنے دائرے نے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔ شعر پڑھتے ہی اس نے فون سے اس کی تصویر کھینچی اور کتاب سابقہ جگہ پر رکھ کر اپنی جگہ آ کر لیٹ گئی۔

باہر آ کر حسن نے بتی بجھا کر نائٹ بلب جلایا اور کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے خود ہی کہا۔

"سو گئیں؟"

"شعر کے بنا نیند نہیں آتی اب!" وہ مسکرانے لگا۔

"یعنی جس دن جگاتا ہوں میں تمہیں شعر نہ سناؤں؟"

"کیا پتا، آزما کے دیکھ لینا۔"

"ویسے شاعر شعر سنا کر رتجگے مناتے ہیں۔"

"ویسے ہم میں شاعر کون ہے؟" وہ ہنسنے لگا۔

"تو سنو!" چند اوراق پلٹنے کے بعد اس نے کہا۔

ابھی ہیں قرب کے کچھ اور مرحلے باقی
کہ تجھ کو پا کے ہمیں پھر تری تمنا ہے
تابش دہلوی

☆☆☆

وہ اپنا فون گھر بھول آئی تھی۔ جب مبینہ آپا کے فون پر اس کے نمبر سے کال آئی تو انہوں نے فون اس کی سمت بڑھایا۔

"شاید حسن ہے۔" اس نے فون لے لیا۔

"ہیلو حسن؟"

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے اس کے تاثرات بدلتے گئے۔ وہ ہوں ہاں بھی نہیں کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" مبینہ آپا نے پوچھا مگر اس کی ساری توجہ دوسری سمت سے سنائی جا رہی بات پر تھی۔ اس کی چپ پر امی اور بھابھی بھی تشویش سے اسے دیکھنے لگیں۔

"ٹھیک ہے۔" کافی دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا اور فون رکھ دیا۔

"پھر کچھ کر دیا حسن نے؟" مبینہ آپا کے لہجے میں استہزا تھا۔

وہ جواب دیتی اس سے پہلے پھر فون بجنے لگا۔

"بھائی جان ہیں۔" اس نے اسکرین پر نام دیکھتے ہوئے فون انہیں تھمایا۔

"ہیلو۔"

"دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں گیا ہے۔"

"ہاں وہی۔"

"یا نہیں۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"کیا ہوا بتائیں بھی۔"

"اتنے غصے میں کیوں ہیں؟"

"ایں۔؟"

"اچھا اچھا۔"

"جانے کیا کیا بول رہے ہیں۔" وہ فون رکھتے ہوئے بڑبڑائیں۔

"کسی لوکل چینل پر نیوز لگانا۔" بھابھی نے اٹھ کر ریموٹ اٹھایا تو وہ باہر آ گئی۔ اس کا رخ پاپا کے کمرے کی طرف تھا۔

"آ جاؤ۔" دستک کے جواب میں ان کی آواز آئی۔

"پاپا!" وہ بستر پر لیٹے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ وہ ان کے قریب جا کر رک گئی۔

"امیر کل کسی دوست کی برتھ ڈے پارٹی کا کہہ کر ریزورٹ گیا تھا اور دراصل ریو پارٹی تھی جہاں ڈرگس بھی تھیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"وہاں نارکوٹکس والوں اور پولیس کی ریڈ پڑی اور وہ اسے سب کے ساتھ پولیس تھانے لے گئے، وہ کل رات سے وہیں تھا۔ اس نے صبح وہاں سے مجھے فون کیا، فون گھر ہی بھول آئی تھی۔ حسن نے اس سے بات کی اور اب حسن اسے لے کر گھر آ رہا ہے۔ اس کے پاس ڈرگس نہیں تھی نہ اس نے لی تھی اس لیے شاید حسن کی جان پہچان سے کچھ ہو پایا ہے اس کی خبر بھائی جان کو ہو گئی ہے اور شاید نیوز میں ریڈ کی ویڈیوز میں امیر بھی ہے۔" انہوں نے پیر نیچے کر کے چپلیں پہنیں۔

"اللہ اکبر!"

وہ دونوں باہر آئے تو وہ تینوں منہ پہ ہاتھ رکھے، ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے تھیں۔ مبینہ آپا کا فون بج رہا تھا۔

"یہ مبینہ... یہ تو... اپنے امیر جیسا [illegible] مگر وہ کیوں ہوگا۔" [illegible] واضح نظر آ رہے امیر [illegible] مشکوک محسوس کرتے ہوئے بمشکل جملہ مکمل کیا۔

[illegible] کے پیچھے حسن، امیر اور بھائی جان وہاں [illegible] تب تک [illegible] دھوئے کے ساتھ [illegible] عدم وجہ معصومیت اور دوستوں کی جلن [illegible] سب پر دل کھول کر گفتگو ہو چکی تھی۔ مزنہ اور پاپا ہی خاموشی سے امیر کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔

بھائی جان نے اسے دیکھتے ہی کئی تھپڑ جڑ دیے۔ پاپا نے اسے بچایا نہ ہوتا تو وہ رکتے ہی نہ تھے۔

"سوری ڈیڈی۔ سوری ممی ——" وہ رو رہا تھا۔ اس کا حلیہ اور حال بے حال تھے۔

"نالائق! ساری عزت مٹی میں ملا دی کسی کو منہ دکھانے قابل نہیں رکھا، کس غلطی کی سزا دی تم نے ہمیں؟ اس لیے اتنی آزادی دی تھی تمہیں کہ ایک دن پچھتانا پڑے، ہمارے اعتماد کا کتنا غلط فائدہ اٹھایا تم نے، تم نا سمجھ یا نادان تو نہیں کہ کس صحبت میں پڑ گئے ہو سمجھ نہ سکو، پارٹی میں تمہیں کوئی لاعلمی میں یا زبردستی تو لے نہیں گیا ہوگا، گئے کیوں وہاں انکار کیوں نہیں کیا؟ ساری دنیا کے سامنے شرمندہ کر دیا تم نے۔ اپنے مستقبل کی بھی فکر نہیں [illegible] کبھی معزز نہیں بنتا، پڑھنے لکھنے کچھ بننے والا پھر بھی [illegible] عیاشیوں میں لگا رہے ہوا اسی کی سزا [illegible] ہمارے لیے، تمہیں تو اب بھی احساس نہیں۔"

[illegible] جھاگ اڑاتے جلال میں وہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور امیر روئے جا رہا تھا۔ سر کا احترام تھا ورنہ وہ زبان کی جگہ طمانچوں اور لاتوں کا استعمال کر رہے ہوتے۔

"اللہ کسی کو ایسی اولاد نہ دے، سب کا سر جھکا دیا، کسی کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں رکھا، محنت سے کمائی عزت خاک کر دی، خاندان کا نام ڈبو دیا، کتنی مشکلوں اور قربانیوں سے عزت کمائی جاتی ہے کچھ اندازہ نہیں ہے تمہیں، کیا جواب دیں گے سب کو ایسی پرورش ہے ہماری؟ ہم جو اپنی اولاد پر فخر کرتے نہیں تھکتے کیسے سامنا کریں گے دنیا کا؟"

"آپ پہلے اس سے پوچھ تو لیں۔ اس کا کوئی قصور ہے بھی یا نہیں، ضروری ہے۔"

"اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اس کا نام [illegible] جو کرنا تھا کر چکا، جو ہونا تھا ہو گیا، ویڈیوز میں اس [illegible] لگ گیا ہمارے خاندان پر داغ، ہم اور ہمارے بچے اب امیر کے گناہ کی عینک سے دیکھے جائیں گے۔ میں اسے کل ہی ہاسٹل بھیج رہا ہوں اب کوئی نہیں روکے گا۔" انہوں نے فیصلہ سنایا۔

"پہلے آپ سکون کا سانس تو لیں، ذرا دماغ ٹھنڈا۔"

"اب بھی آنکھیں نہیں کھلیں تمہاری، دیکھ تو رہی ہو اپنی مرضی اور من مانی کا انجام، اپنی محبت کی دہائیاں دے کر تم نے اسے دور بھیجنے سے روکا تھا، آج یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا اگر اسے اس وقت جانے دیا ہوتا، تمہاری فضول کی ممتا نے یہ دن دکھایا ہے۔" پاپا تھکے تھکے سے صوفے پر بیٹھ گئے۔ فکر مند سی مزنہ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما۔ حسن امیر کے پیچھے کھڑا تھا۔

"تم بیٹھو۔" امی نے بہو کو اشارہ کیا اور وہ جیسے ہوش میں آ کر پانی لینے بھاگی۔

"سکون سے بات کریں گے، اس وقت سب صدمے اور غصے میں ہیں، بے یقینی سی کیفیت ہے، بچہ بھی پریشان ہے۔"

"یہ بچہ نہیں ہے، ان ہی باتوں نے اسے اتنا غیر ذمہ دار بنایا ہے۔" وہ اور بھڑکے۔

"اچھا تم بیٹھو تو۔" انہوں نے بازو سے تھام کر انہیں پیچھے کرسی پر بٹھایا۔

مبینہ آپا امیر کے قریب آ گئیں۔

"تم نے کل رات ہی فون کیوں نہیں کیا؟ مجھے یا کامران ماموں کو فون کرتے ہم اسی وقت لینے آ جاتے تھے۔"

"وہ لاک اپ میں بند تھا۔" بھائی جان نے چبا چبا کر کہا۔ "کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں نہیں کہ اپنی مرضی سے کال کر سکتا۔"

"میرا بیٹا ابھی ایک مصیبت اور آفت سے نکل کر آیا ہے، آپ اپنی باتوں سے اسے مزید ہراساں تو نہ کریں۔"

"اب بھی اس کے لاڈ اٹھا کر رہی سہی کسر بھی پوری کر دو تم۔"

بھابھی نے بھائی جان کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا۔

"لو پانی پیو۔" امی نے بھابھی کے ہاتھ سے گلاس لے کر خود پیش کیا۔ انہوں نے ایک سانس میں گلاس خالی کر کے واپس تھما دیا۔

"اس کی ضمانت ہو جانے پر معاملہ ختم نہیں ہوا ہے یہ ابھی لمبا چلے گا اور۔"

"آپ اچھی بات نہیں کر سکتے تو یہ سب بھی نہ کہیں۔" مبینہ آپا بے قراری سے شوہر کے قریب آئیں اور چڑ کر کہا۔

"بے وقوف عورت۔!" انہوں نے بھی ضبط کھو دیا۔

امیر کے زور سے رونے کی آواز پر سب کے ساتھ وہ دونوں بھی اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

ہاتھ سے چہرہ چھپائے رو رہا تھا۔ حسن نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے قریب کیا۔ وہ اس کے کاندھے پر سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پاپا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس آئے۔

"بس بیٹا!" انہوں نے امیر کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اسے اندر لے جاؤ۔" انہوں نے مُزنہ سے کہا۔ حسن نے اس کا شانہ تھپتھپا کر بازو ہٹا لیا۔

"جی پاپا۔" وہ امیر کا ہاتھ پکڑ کر اندر بڑھ گئی۔

"اس معاملے میں تم دونوں کو حسن سے اچھا مشورہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔" پاپا کی بات پر وہ اور امیر دونوں رک گئے۔

"بیٹا! تم کچھ کہنا چاہو گے امیر کے ماں باپ کو؟"

"انکل۔ میں؟"

"ہاں تم۔ اس وقت تم اپنے والدین سے کیا توقع کر رہے تھے اور انہوں نے کیا کیا تھا، یہ بات شاید امیر کو حسن بننے سے بچا لیں۔" وہ حسن کے برابر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

مُزنہ اور امیر بھی پلٹ کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔ مبینہ آپا کے چہرے پر پھیلی ناگواری کی اگر آواز ہوتی تو شور سے کمرہ بھر جاتا۔ حسن کچھ دیر فرش کو دیکھتا رہا پھر سر اٹھا کر کہنے لگا۔

"اولاد کے اچھے اور برے کام صرف دنیا میں سر اٹھانے اور سر جھکانے کے لیے نہیں ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کو دنیا میں عزت اور ذلت کے پیمانے سے ناپنا اولاد کی بھلائی اور والدین کے فرض کے منافی ہے۔ انہیں صرف سزا سے نہیں درست رہنمائی اور غلطی پر سمجھا کر ہی سنبھالا جا سکتا ہے، انتہائی رویے اسے تنہا کر دیتے ہیں۔ والدین کے سر پر دنیا، لوگ، ان کے بیچ اپنا نام مقام اس قدر سوار ہوتے ہیں کہ اولاد کی بھلائی اور رہنمائی پیچھے رہ جاتی ہے۔ انہیں سب کے سامنے یہ ثابت کرنے کی فکر ہوتی ہے کہ دیکھو! ہم نے اسے، کیسے سزا دی ہے کہ ہوش ٹھکانے آ گئے ہیں، اب وہ 'لائن' پر ہے، یا پھر سارا

وقت فیملی کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور فیملی ہی اسے سزا کے طور پر بالکل الگ کر دیتی ہے جیسا کوتوال کی طرح، ہر پل نگرانی جاسوسی کرنے لگتی ہے۔ اعتماد کی اہمیت ان حالات میں سب سے زیادہ ہے جو دونوں فریق اس دوران کھو دیتے ہیں۔"

اس نے تھکی تھکی سی سانس خارج کی۔ مُزنہ نے حسن سے نگاہ ہٹا کر مبینہ آپا کو دیکھا۔ اسے جھٹکا لگا، خلافِ امید ان کی آنکھیں نم تھیں۔

"ججمنٹ اور سزا جزا کے فیصلے کے لیے تو ساری دنیا ہوتی ہے، بچوں کو ان حالات میں والدین اور فیملی کا ساتھ چاہیے ہوتا ہے۔ اپنے طریقے سے سزا بھی دیں، سدھاریں بھی، ڈانٹیں بھی، پیار بھی کریں، [illegible] مگر اسے ساتھ یہ بھی احساس دلائیں کہ وہ آپ کے لیے اہم ہے۔ آپ کو اب بھی عزیز ہے اور لازمی کہ آپ جو کر رہے ہیں اس کے لیے کر رہے ہیں۔

[illegible] اس کے ساتھ کھڑے ہوں تاکہ وہ سب کا مقابلہ کر سکے، اپنی کمزوریوں کا بھی اور دنیا کا بھی، اس کا حوصلہ نہیں، اس کے دشمن نہیں، نہ مالک اور حاکم۔ یہ احساس کہ ایک غلطی کے بعد اب اس کا وجود آپ کے لیے صرف شرمندگی ہے، بوجھ ہے اور باقی سب ختم ہو گیا ہے، اس سے امید چھین لیتا ہے اور جن کے بچوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے وہ والدین خوش قسمت ہوتے ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں یا بہت دیر سے سمجھتے ہیں۔"

اس کے لہجے میں ڈھونڈا دکھ تھا یا سچائی کہ سب دم سادھے سن رہے تھے۔ اچانک امیر نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا اور تیزی سے حسن کی طرف بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ چند لفظوں میں سانجھے درد نے ان کے درمیان مضبوط سا تعلق قائم کر دیا تھا۔ جانے یہاں آنے تک ان کے درمیان کیا باتیں ہوئی ہوں گی۔ اس کا فون بھولا غلطی [illegible]

[illegible] تھیں جو اس وقت امیر کی پشت تھپتھپاتے ہوئے انہیں بھولی تھیں۔ اس کا دل کیا وہ بھی امیر کی تقلید کرے کیلی حسن کی پشت پر رکھے ہوئے اور اپنائیت کے جذبات کا جو حادثہ یا سمیع پر اتر آیا تھا۔ اب کے جذبات کی تھیچ پُرسکون ماحول اور سلجھے انداز اس کے بعد ساری [illegible] میں ہوئی۔ کامران اور عمران بھی آ گئے تھے۔ کھانے اور چائے وغیرہ کا انتظام اسے اور بھابھی کو دیکھنا پڑا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ دونوں گھر واپس لوٹ رہے تھے۔ حسن کار سے آیا تھا۔ اس نے اس کی اجازت تفصیل نہیں پوچھی۔ اسے اندازہ تھا وہ ضرور کسی اثر و رسوخ والے بندے کو ساتھ لے گیا ہو گا اور اسے وہ بندہ مبین لگ رہا تھا۔

"تمہارا فون۔" اس نے کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے جیب سے اس کا فون نکالا۔

"اچھا، ہوا میں یہ بھول گئی تھی۔" اس نے فون لے کر بیگ میں ڈال دیا۔ "ویسے میں بھی امیر کے فون کے بعد تمہیں ہی کال کرنے لگی تھی۔"

"[illegible] مشکل میں وہی سب سے پہلے یاد آتا ہے جو قریب ہو، جس پر بھروسا اور یقین ہو۔" جاتی گھماتے ہوئے اس نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا اور دیکھتا رہا۔

"تھینک یو۔" کتنے ہی لمحے گزر گئے تب وہ کہہ پایا۔ وہ مسکرا دی۔

"میں بہت تھک گئی ہوں۔" کار آگے بڑھی تو اس نے سر پیچھے ٹکاتے ہوئے آنکھیں بند کیں۔

"جلد پہنچ جائیں گے گھر۔" اس نے تسلی دی۔

"آنٹی کے پاس کوئی ہے؟" اسے اچانک یاد آیا تو سیدھی ہوئی۔

"شائستہ کو کہا تھا رکنے کے لیے۔"

"اچھا۔" اس نے پھر سر پیچھے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ گھر پہنچے تو فیروزہ سو گئی تھیں۔ شائستہ ہال میں ان کی منتظر تھی۔ مختصر احوال سننے کے بعد وہ چلی گئی [illegible]

واپس آیا تب تک وہ کپڑے تبدیل کر کے سو گئی تھی۔ وہ الماری سے اپنے کپڑے نکال رہا تھا کہ اس کی نیند میں ڈوبی آواز ابھری۔

"حسن!"

"کہو۔"

"آج کا شعر بھی کل سنا دینا۔" وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ وہ اسے یہ کہنے کے لیے جاگ رہی تھی۔

"اوکے۔"

اور مجھے یاد دلانا۔" اس کی آنکھیں بند تھیں۔

"کیا؟"

"مجھے بھی تمہیں ایک شعر سنانا ہے۔"

"اچھا۔"

"گڈ نائٹ۔"

"گڈ نائٹ۔"

☆☆☆

اگلی صبح گُڈو کی بات سن کر ان دونوں کے واقعی منہ کھلے رہ گئے۔

"تم نے اپنے ابا سے بھی بات کر لی؟" مُزنہ پہلے بولنے کے قابل ہوئی۔

"جی بھابھی۔"

"اور وہ مان گئے؟"

"ہاں۔"

"تم نے پچھلی ساری باتیں بھی بتا دیں؟"

"ہاں"

اس نے حسن کو دیکھا جو اب بھی گُڈو کو گھور رہا تھا۔

"یہ خرافات تمہارے دماغ میں آتی کیسے ہیں؟"

"اسے خرافات تو نہ کہو۔ بچے نے وہ کر دکھایا جو کوئی بڑا نہیں کر سکا۔"

"ایک تو پہلے تم اسے بچہ کہنا بند کرو، اس 'بچے' نے رومانی اشعار کی کتاب دی ہے مجھے۔"

"وہ اس لیے بھیا کہ آپ بالکل......"

"چپ، بالکل چپ!" حسن نے آنکھیں دکھائیں۔ گُڈو نے لب بھینچ لیے۔

"پھر آپ بات کر رہے ہیں یا میں خود۔"

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

"یہ بچوں کے کرنے کی باتیں نہیں۔" مزنہ اور گڈو نے اسے جس انداز میں دیکھا حسن کو فوراً صفائی دینا پڑی۔

"مطلب ماں باپ کے بچوں کی یعنی جن کی شادی کی بات ہے ان کے بچے۔ مطلب۔" وہ بھنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "جو بھی مطلب ہو بس یہ بچے نہیں ہے۔"

گڈو اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

مزنہ نے یہ بات شائقہ اور اس کی امی کے سامنے کی تھی۔

"گڈو سب سے بڑا ہے اور وہ چودہ پندرہ سال کا ہے۔ اس سے چھوٹے دو بہن بھائی ہیں۔ اس کے ابا کی ٹیکسی اور مکان ان کا اپنا ہے۔ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں مگر شریف اور محنتی ہیں، بچوں کی عمریں دس اور چھ سال ہیں۔ ماں کے انتقال کے بعد چھوٹے بہن بھائی سنبھالنے اور دیکھ بھال کے لیے گڈو کا اسکول چھوٹ گیا تھا۔ اس نے اب دوبارہ پڑھائی شروع کی ہے۔ یہ پرپوزل گڈو نے خود دیا ہے۔ وہ شائقہ آپی کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ بھی تو اسے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

اس کی امی سے پہلے شائقہ نے کہا۔

"ایسے کیسے تم۔ ۔"

"امی! میری شادی کی عمر نکل گئی ہے۔ مجھے رومانس وومانس نہیں زندگی میں مقصد، تحفظ اور اپنا کہہ سکوں وہ گھر چاہیے۔ میں گڈو اور اس کے بہن بھائیوں کی ماں بننے کو تیار ہوں اور آپ یہ سوچیں اس کے بعد شارقہ اور شافیہ کی شادیاں بھی آسان ہوں گی، ابا کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" بیٹی کی آخری بات ان کا دل چھلنی کر گئی۔ یہ حقیقت تھی۔ وہ ایک نہیں تین بیٹیوں کی ماں تھیں اور دو کو بسانے کے لیے ایک کی قربانی لازمی تھی۔

☆☆☆

کالونی میں مدثر کی بیٹی کی منگنی کے چرچے شروع تھے۔ منگنی بڑے پیمانے اور بہت عالی شان طریقے سے تھی۔ اس کی بیٹی کی عمر ابھی سترہ سال ہی تھی۔ منگنی والے دن لڑکے والوں کا قافلہ ان کے گھر کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ کئی گھروں کی طرح شارقہ بھی بالکنی میں کھڑی تھی۔

"دیکھ تو لیں۔" اس نے شائقہ کو بھی دعوت دی۔

"سب گاڑیوں میں ہیں، کیا دیکھوں؟" وہ اس کے پاس آ کر گویا ہوئی۔ تب ہی آگے والی کار رکی اور اس میں سے ایک مرد باہر نکل کر پچھلی کار کی طرف بڑھا اس کی عمر اور سر پر بندھے صافے سے وہ لڑکے کا والد یا چاچا ماموں لگ رہا تھا۔ پیچھے والی کار کی اگلی نشستوں پر بیٹھے افراد سے بات کرنے کے بعد وہ سیدھا ہو کر کسی کو فون کرنے لگا۔ اس کا رخ شائقہ کے گھر کی طرف تھا۔ کچھ دیر فون پر بات کرنے کے بعد وہ اگلی نشست والوں سے کچھ کہہ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا اور قافلہ آگے بڑھ گیا۔

"تم نے کیا نام بتایا تھا لڑکے کے باپ کا؟" شائقہ کی آواز جیسے کسی ویرانے سے آئی تھی۔

"احسان شیر۔"

شائقہ گرگئی ... قدموں سے کمرے میں چلی گئی۔

"کیا ہوا؟" اس کی کیفیت پر وہ بھی گھبرا کر پیچھے آئی۔ وہ پلنگ پر گر گئی تھی۔

"کچھ بولیں بھی۔"

"احسان وہی ہے جو زیور اور پیسے لے کر واپس نہیں آیا تھا۔"

"ہاں۔" اس نے باہر سڑک کی سمت دیکھا۔ اب وہاں کوئی گاڑی نہیں تھی۔

"آپی! یہ بھی۔" کچھ دیر بعد وہ پورے جوش میں شروع ہی ہوئی تھی کہ شائقہ نے روک دیا۔

"پلیز شارقہ! کچھ مت کہو، مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دو۔"

وہ کئی لمحے لب بھینچے اسے دیکھتی رہی پھر باہر چلی گئی۔

بہت دیر بعد وہ خود کو سنبھال کر باہر آئی تو شارقہ گھر میں نہیں تھی۔ وہ کسی کو بتا کر بھی نہیں گئی تھی۔ شائقہ کی چھٹی حس گھنٹیاں بجانے لگی۔ وہ اسے کسی بے وقوفی سے روکنے کے لیے مدثر کے گھر کی طرف دوڑی۔ چھپتے چھپاتے شارقہ کو ڈھونڈنا آسان نہیں تھا پھر بھی بالآخر وہ مل ہی گئی۔

"بنا دعوت کے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں کھینچا۔

"ان اونچی ناک والوں کو خبر تو ہو اللہ کا انصاف کیسے ہوتا ہے، بے گناہ کی آہ کیسے آسمان تک پہنچتی ہے۔" اس کا لہجہ زہر آلود تھا۔

"بے وقوف! ان لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"نہ پڑے، مگر میرے دل کو سکون ملے گا۔" وہ ہاتھ چھڑا کر جانے لگی تھی کہ شائقہ نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"شارقہ! باپوں کی غلطی کی سزا بچے کیوں بھگتیں؟ احسان اور مدثر کے کرتوت ان کے اپنے ہیں بچوں کا اس سے کیا لینا دینا ہم سے بہتر کون جان سکتا ہے ... اگر یہ بات لڑکی کے سسرال والوں تک پہنچ گئی تو پتا ہے کیا ہوتا ہے ...."

"یہ سب میں کیوں سوچوں؟ کسی نے ہمارے لیے سوچا تھا؟"

"اسی لیے تو ہمیں سوچنا ہے۔"

"مجھے نہیں شوق عظیم بننے کا، دوسروں کو ذلیل کرنے والے بھی ذلالت کا مزہ چکھیں تاکہ۔"

"نہیں شارقہ۔" شائقہ نے مضبوط اور حتمی لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے مدثر اور احسان کا انصاف ضرور ہوگا مگر غلطی کی سزا ان کے معصوم عزیزوں کو دی جائے یہ انصاف نہیں، کم ظرفی ہے اور میں جس پرخار راستے کی مسافر رہی ہوں، میں نہیں چاہتی کوئی اور ان کے آس پاس سے بھی گزرے، چاہے وہ میرے مجرم کی اولاد کیوں نہ ہو۔"

"آپی۔"

میں نہیں چاہتی یہ دنیا کو بہتر بنانے میں ہمارا حصہ ہے، بدلہ، انتقام اور آئینہ دکھانے کی کوشش میں یہ زنجیر لمبی ہوتی جاتی ہے، دائرے میں مزید دائرے گھومنے لگتے ہیں جس میں وہ لوگ بھی الجھ جاتے ہیں جن کا کوئی قصور نہیں ہوتا اس لیے ہم اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔"

"آپی! پھر بھی۔"

"چلو۔" وہ شارقہ کو کھینچتی گیٹ کی سمت بڑھ گئی۔

وہ دونوں نہیں دیکھ سکیں، پیچھے کھڑی زینت کے گرد ان دیکھی زنجیر کا حلقہ تنگ ہو گیا تھا۔ اپنی اصالت کے زعم میں ان کے نزدیک شائقہ کا کردار اور سیرت اسی لائق تھا کہ اسے ہر بار مجلس میں رسوا کیا جاتا، ان کے مطابق اسے مرتے دم تک عبرت ناک بنائے رکھنا ہی اس کی سزا تھی۔ مدثر کے منع کے باوجود بھی شادی کے ماحول میں بے موقع وہ بات اسی مقصد سے چھیڑی گئی تھی جاتی تاکہ شوہر کی پار سا مزاجی اور بے قابو نظریں ان سے ذرا بھی چھپی نہیں تھیں اور اب شائقہ کے جملے انہیں کم ظرف ثابت کر گئے تھے۔ حواس بحال کرتے ہوئے انہوں نے چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور مہمانوں کے درمیان چل پڑیں۔ اول دن سے ان کا انتخاب اپنوں کی پردہ داری رہا تھا، اب بھی ان کا فیصلہ وہی تھا۔ اس کوشش میں کسی پر کیچڑ اچھلے، دل ٹوٹے، الزام لگے یا داغ، انہیں کبھی پروا نہیں رہی تھی مگر آج سمدھیانے کی پردہ داری کرتے اور سب سے مسکرا کر مبارک باد قبول کرتے ہوئے ان کے دل میں پہلی بار جلترنگ نہیں بلکہ دور تک خاموشی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں فیروزہ کے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ وہ اب ٹھہر ٹھہر کے الفاظ ادا کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جملوں میں اپنی بات ان تک پہنچانے لگی تھیں۔ فیزیو تھراپی نے پہلے ہی جسم میں حرکت پیدا کر دی تھی۔ صحت یابی کی سمت ان کا سفر دھیرے دھیرے مگر استقامت اور تسلسل سے جاری تھا۔ اب وہ بھی انہیں کتاب پڑھ کر سنایا کرتی تھی۔

"اب ہم آنٹی کو موو کر سکتے ہیں ناں؟"

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner

"ہمم۔"
"تو جلد سے جلد پیسٹ کنٹرول کرواؤ پلیز۔"
"اتنے برسوں کے مکینوں کو بے گھر کرتے دل کانپتا ہے۔" اس نے لہجے میں مصنوعی دل سوزی پیدا کی۔
"تم چن لو، میں یا وہ!" وہ خطرناک تیوروں سے دھمکی دیتے ہوئے اپنے کمرے داخل ہوئی۔
"مشکل انتخاب ہوگا۔"
"میں سچ میں صدمے سے مرسکتی ہوں۔"
"تم نے مجھے شعر سنانے کا وعدہ کیا تھا، مرنے سے پہلے وہ سنا دو۔"
"یا اللہ یہ دن بھی دیکھنا تھے!" اس نے پرانی ہیروئنوں والے انداز میں کلائی ماتھے پر رکھ کر کہا پھر یاد آتے ہی سیدھی ہوئی۔
"وعدہ کب کیا تھا۔ میں نے کہا تھا یاد دلانا۔"
"وہی۔" اس نے فون اپنے پلنگ پر رکھتے ہوئے کہا۔ مزنہ کو یاد آیا، صبح عجلت میں حسن کے تکیے کا غلاف تبدیل کرنا رہ گیا تھا۔
"یاد ہی دلا رہا ہوں، سناؤ۔" وہ مطلوبہ غلاف نکال کر پلٹی تو وہ پراشتیاق سا بالکل سامنے کھڑا تھا۔
"ابھی؟"
"ہاں ابھی پھر مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔"
"پہلے تم کہو۔"
"پہلے شعر۔" وہ کچھ پل خفا سی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اور وہ منتظر نظر اور متبسم لب لیے یونہی جما رہا۔
"تو سنو۔" اس نے گلا صاف کیا۔
کھینچ کے اک دائرہ تمہارے گرد
کہوں گا زمانے والو بس اتنی ہے کائنات مری
احمد آشنا
"یہ چیٹنگ ہے مزنہ!"
"اتنا اچھا شعر سنایا اور تم یہ کہہ رہے ہو۔"
"تمھیں پتا ہے کیوں کہہ رہا ہوں ڈبل چیٹنگ کی ہے تم نے، میں نے یہ شعر خاص۔" وہ ایک دم رک گیا۔ مزنہ کی پلکیں جھکنے اٹھنے لگیں۔
"ایک منٹ......! میں ٹھیک سمجھا ہوں نا؟"
"مجھے تمہاری ذہانت پر بڑا بھروسا ہے اسے مشکوک نہ کرو۔"
"ہاہاہا۔ پھر بھی یہ چیٹنگ ہے، چوری کی ہے۔"
"تم سے پہلے مجھے کہنا تھا اور مجھے کسی کتاب گفٹ کی نہ گوگل سرچ کا وقت ملا۔" اس نے اعتراف کیا۔ "اس لیے۔"
"ہا! اب میں کیا کہوں؟" اس نے افسوس سے سر پیچھے کیا۔
"وہ ہی جو تمھیں کہنا تھا۔"
"اس کے بعد وہ بے معنی ہے۔"
"ایں۔ ایسی کیا بات تھی؟"
حسن نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جگہ کھڑا کیا پھر اس کے ہاتھ سے تکیے کا غلاف لے کر الماری میں رکھا اور اس کی جگہ بند پٹ سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔
"مزینہ ... گزرتے ہم اس اسٹیپ پر آگئے ہیں جس کے متعلق تم نے کہا تھا کہ وہاں تک پہنچ گئے تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔"
"آں وہ۔ تو میں۔" وہ کچھ شرمائی سے بات بنانے کے لیے الفاظ جوڑ رہی تھی کہ اس کے شانے کے اوپر دیکھتی رک گئی۔
"کیا ہوا؟" حسن نے مڑ کر دیکھنے کا تکلف نہیں کیا کہ پیچھے الماری تھی۔"
"حسن۔!"
"ہمم۔" اس بار وہ دل و جان سے سن رہا تھا۔
"اُدھر وہاں" اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔
"مکڑی۔!"
آگے کے الفاظ حسن کی آواز میں دب گئے۔
گھر کے در و دیوار مزنہ کے قہقہوں اور حسن کی چیخوں سے گونج اٹھے تھے۔ بالآخر اور عنقریب 'پیسٹ کنٹرول' کا وقت ہوا چاہتا تھا۔
☆☆

URDU NOVELS MAG
www.urdunovelsmag.com
PARHLO.COM.PK
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.
Scanned with CamScanner